بیاد: حضرت الحاج حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ

دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ

نقوش اسلام

خصوصی اشاعت برحالات عارف باللہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوریؒ

VOL.No.13	مارچ/اپریل ۲۰۱۸ء (March. April 2018)	Issue.No:1.2

مجلس سرپرستان

مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی
شیخ طریقت حضرت مولانا قمرالزماں الہ آبادی

مجلس مشاورت

مولانا سعیدالرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا بلال عبدالحیٔ حسنی ندوی، مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی، الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب، مولانا حسن مرچی، مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا یحییٰ بام، مولانا رشید احمد ندوی، مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہدپوری ❁ مولانا حمیداللہ قاسمی کبیرنگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
www. nuqoosheislam.com , www. mifiin.org
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ ۲۵/روپئے
سالانہ ۲۴۰/روپئے
خصوصی ۵۰۰۰/روپئے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۵۰/ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین
Mob: 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTED AT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

iles\A017.TI not found. | Files\A025.TIF not found. | iles\A017.TI not found.

خصوصی اشاعت برحالات — **اس شمارے میں** — عارف باللہ مفتی عبدالقیوم صاحبؒ رائپوریؒ

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
مفتی عبدالقیوم صاحبؒ اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے	محمد مسعود عزیزی ندوی	
یاد رفتگاں		۸
مفتی عبدالقیوم صاحبؒ ایک بھاری بھرکم شخصیت	مولانا محمود حسن حسنی ندوی	
سوانح حیات		۱۱
مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کے مختصر حالات	مولانا محمد شعبان بستوی	
صفات حمیدہ		۱۵
مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ	مولانا ناصرالدین مظاہری	
احساس غم		۱۹
خانقاہ رائے پور کا مورث وامین	حمیداللہ قاسمی کبیرنگری	
احساس قلب		۲۱
خانقاہ عالیہ رائے پور کے آخری تاجدار	مولانا مفتی محمد ساجد قاسمی	
تأثرات		۲۳
مرنے والا گیا داستاں رہ گئی	مولانا کبیرالدین فاران	
مرثیہ		۲۵
فنافی اللہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ	مولانا ولی اللہ بستوی	
احساس جدائی		۲۶
آہ! رخصت ہوگئے شاہ عبدالقیوم صاحبؒ رائے پوریؒ	مولانا محمد عمر قاسمی	
خصائل		۳۵
ایک گرانقدر شخصیت	مولانا عبدالواجد ندوی	
نقوش حیات		۳۸
مفتی عبدالقیوم صاحبؒ حیات اور شخصیت	مولانا محمد بدرعالم ندوی	
حقائق		۴۲
مفتی عبدالقیوم صاحبؒ اور خانقاہ رائپور	مولانا سلیم احمد قاسمی	
کوہ گراں		۴۴
خدامستوں کی بزم میں	مولانا فتح محمد ندوی	
احساسات		۴۷
مرد قلندر کی بارگاہ میں	مولانا سید محمد ریاض ندوی	
حسین یادیں		۵۱
ایک رات خانقاہ رائے پور میں	حمیداللہ قاسمی کبیرنگری	
سانحہ عظیم		۵۵
مفتی عبدالقیوم رائپوریؒ کا سانحہ ارتحال	مولانا مقصود احمد ضیائی	

ماہنامہ ”نقوش اسلام“ کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰............
〃 〃 اول اندرونی	〃 〃	۲۵۰۰............
〃 〃 آخر اندرونی	〃 〃	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰............
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰............
۱/۴ صفحہ 〃		۴۰۰............

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۲۴۰ روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

ادار یہ

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحبؒ رائے پوریؒ اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے

محمد مسعود عزیزی ندوی

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ سے ملاقات وتعارف تو رائے پور کے زمانہ قیام ۱۹۹۲ء میں ہوا، جب نامہ سیاہ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں زیر تعلیم تھا، اور حضرت شیخ ومرشد الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ کی خدمت اقدس میں رہتا تھا، تب معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب ایک بزرگ ہیں، اوران کے والد حضرت حافظ محمد ایوب صاحب شیخ ومرشد حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کے برادر اکبر تھے، جو ستودہ صفات، سلیم الفطرت، نیک خصال اور خاموش طبیعت کے حامل انسان تھے، اللہ تعالی نے ان کو بہت سی صفات سے نوازا تھا، قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے، حضرت مفتی صاحب کو ان کا نورنظر، فرزندار جمند ہونے کا اور حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کا بھتیجا اور خلیفہ مجاز ہونے کا شرف حاصل ہے، اس طرح حضرت مفتی صاحب خاندانی طور پر بھی نیک طبیعت اور بزرگانہ مزاج کے حامل انسان تھے، آپ ایک عرصے تک جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور میں استاذ ومفتی کی حیثیت سے دینی وعلمی خدمات انجام دیتے رہے، مظاہر علوم کے اختلافات کے زمانہ میں غیر جانبدار ہوکر یکسو ہوگئے تھے اور پھر اپنی تمام تر توجہات روحانی ترقی اور مدارج سلوک کے طے کرنے میں صرف کیں، آپ کے مزاج میں صفائی، ستھرائی، نظم وضبط، حلم وتواضع اور یکسوئی جیسی صفات سمائی ہوئی تھیں، روحانیت اور اپنے اعلی اخلاق وکردار اور ربانی صفت کی بنا پر خانقاہ رائے پور میں مرجع خلائق بنے ہوئے تھے، آپ کو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی خدمت بابرکت میں رہنے اوران کی مجلسوں اور صحبتوں سے کسب فیض کا بھی موقع ملا ہے، نیز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے خانقاہی ماحول میں آپ کو اور حضرت مفتی عبدالعزیز صاحبؒ سابق ناظم اعلی جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کو جوڑی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

راقم سطور کو حضرت مفتی صاحب سے مناسبت ومحبت اپنے شیخ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے زمانہ میں ہوئی، بلکہ بعض مرتبہ راقم بھی حضرت حافظ صاحب کے ساتھ سفر میں ہوتا اور حضرت مفتی صاحب بھی، حضرت مفتی صاحب کی یہ کیفیت دیکھی کہ حضرت حافظ صاحب تو لوگوں میں مشغول، کسی کو تعویذ دے رہے ہیں، کسی کو پانی پر دم کرکے دے رہے ہیں، اور کسی کا دکھڑا سن رہے ہیں، اس کے لیے دعائیں کررہے ہیں، اس کو تسلی دے رہے ہیں اور حضرت مفتی صاحب خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ کسی کونہ میں بیٹھے ہوئے ہیں، ایک مرتبہ یہ لطیفہ پیش آیا، راقم نے کہیں پڑھا یا سنا تھا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو جب بعض مرتبہ لوگ تعویذ کے سلسلہ میں پریشان کرتے تو صرف بسم اللہ لکھ کر کے دیدیتے اور شاید کبھی خالی کاغذ بھی موڑ کر دیدیتے (واللہ اعلم) اور لوگوں کو فائدہ ہوتا، تو چونکہ حضرت حافظ صاحب کے ساتھ راقم سطور تھا اور حضرت مفتی

صاحب بھی، حضرت حافظ صاحب سے تعویذ لینے والوں کا ہجوم تھا، اور تعویذ لکھنے کا کام میرے سپرد تھا، تو بعض جگہ اس نامہ سیاہ نے بھی لوگوں کے ہجوم میں پہلے تو صرف بسم اللہ لکھ کر اور پھر زیادہ بھیڑ میں خالی کاغذ موڑ کر لوگوں کو دئے، جس کا اظہار میں نے حضرت مفتی صاحب کے سامنے کر دیا، حضرت مفتی صاحب نے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ تو دھوکہ ہوا، مگر میں نے اپنی نادانی اور قیاس سے یہ کام کیا، اللہ معاف کرے، پھر کبھی اس طرح نہیں کیا، اس واقعہ کو کبھی کبھی حضرت مفتی صاحب مجلس میں بیان فرمادیتے۔

جب نامہ سیاہ ۱۹۹۵ء میں لکھنؤ تعلیم حاصل کرنے گیا، ندوۃ العلماء لکھنؤ کا پہلا سال تھا، تو تمام بزرگوں کو خطوط لکھے، اسی موقع پر حضرت مفتی صاحب کو بھی ایک عریضہ تحریر کیا، جس میں اپنے لیے دعا کی درخواست کی اور اسی وقت اپنی مطبوعہ کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' بھی حضرت مفتی صاحب کو بھیجی اور کی اطلاع بھی دی، جس پر حضرت مفتی صاحب کی طرف سے یہ محبت نامہ موصول ہوا:

۱- ۶/جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ باسمہ تعالی

مکرمی سلام مسنون!

والا نامہ موصول ہوا، آپ کی خیر بت معلوم ہوکر بہت مسرت ہوئی، آپ کی مؤلفہ کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' موصول ہوگئی، حق تعالی شانہ آپ کو ہر طرح کی عافیت اور ترقیات سے خوب نوازے، آمین، یہاں پر سب خیرت ہے، چچا (حضرت حافظ عبدالرشید صاحب) بھی بخیر ہیں، کمزور ہیں۔ والسلام

۱۹۹۵/۳۱ عبدالقیوم، خانقاہ رحیمی رائے پور

آئندہ سال اکتوبر ۱۹۹۶ء میں حضرت مفتی صاحب کو خط لکھا اور اس کا اظہار کیا کہ راقم چھٹی میں رائپور حاضر ہوا، مگر ملاقات نہ ہوسکی، نیز اپنے لئے دعاؤں کی درخواست کی، جس کا جواب غالباً حضرت مفتی صاحبؒ نے ۲۰/اکتوبر کی شب میں مندرجہ ذیل تحریر فرمایا:

۲- باسمہ تعالی

مکرمی سلام مسنون!

گرامی نامہ موصول ہوا، خیریت معلوم ہوکر مسرت ہوئی، آپ رائے پور تشریف لائے ملاقات نہ ہوسکی، بہت افسوس ہوا، اللہ تعالی آپ کو روحانی وجسمانی جملہ امراض سے شفائے کلی عطا فرمائے، آمین۔

۱۶/اکتوبر کو راؤ عطاء الرحمٰن صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، حضرت مولانا (سید ابوالحسن علی ندویؒ) کو خط لکھ دیا ہے، باقی سب خیریت ہے، حاضری کا پروگرام بنا رہا ہوں، قریب میں حضرت مولانا کہیں سفر پر تو نہیں جارہے ہیں، مطلع فرمائیں۔

حضرت مولانا (سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت عالیہ میں سلام ودعاء کی درخواست فرمادیں، حضرت (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) سے ملنے کو بہت جی چاہ رہا ہے، اللہ تعالی مدد فرمائے۔ والسلام

۲۰/اکتوبر ۱۹۹۶ء عبدالقیوم، خانقاہ رحیمی رائے پور

اس کے بعد بہت سے خطوط لکھے، ان کے جوابات میرے کاغذات میں کہیں ہوں گے، مجھے صرف یہ دو جواب ہی مل سکے، جو یہاں نقل کردئے گئے، اس کے بعد جب بھی راقم لکھنؤ سے گھر آتا تو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا، حضرت مفتی صاحب بھی یکسو ہوجاتے اور دل بھر کے باتیں کرتے اور شیخ ومرشد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وکیفیات معلوم کرتے اور ان کا ذکر جمیل طویل تر ہوجاتا، جب بھی حاضری ہوتی تو حضرت مفکر اسلام کا ذکر ضرور آتا اور حضرت مفتی صاحب ان کے واقعات ضرور سناتے بلکہ بعض مرتبہ تو ارشاد فرمایا کہ اب یہاں (رائے پور میں) کچھ نہیں، سب رائے بریلی میں منتقل ہوگیا ہے، اور اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کی طبیعت میں تقاضہ ہوتا کہ لکھنؤ یا رائے بریلی مفکر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوں، اور راقم کے ساتھ جانے کو ترجیح دیتے، چنانچہ پھر کئی مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک دو مرتبہ خود بھی خدام کے ساتھ گئے، راقم لکھنؤ میں ہی تھا، تو وہاں ساتھ رکھا، بلکہ کئی مرتبہ یہاں سے حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسار پوری بھی ساتھ گئے، حضرت مفکر اسلام بھی بھرپور اکرام کرتے اور ان حضرات کا خصوصی خیال فرماتے، بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ بہت سے متعلقین اور مریدین کے ساتھ لکھنؤ گئے اور وہاں بعض خدام نے سیب وغیرہ کاٹ کر اور چھیل کر حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب کے لیے رکھے، تو اس میں سے حضرت مفتی صاحب یہ کرتے کہ ایک ایک قاش اٹھا کر اس نامہ سیاہ کو دیتے، راقم ایک طرح شرمندہ بھی ہوتا اور ایک طرح فخر کے ساتھ خوش بھی ہوتا، ایک مرتبہ لکھنؤ سے دونوں بزرگوں کے ساتھ ہردوئی حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں بھی حاضری ہوئی، جہاں حضرت محی السنۃ نے ان اکابر کا خصوصی اکرام کیا، جن کی معیت میں نامہ سیاہ کی بھی قسمت برآئی اور حضرت محی السنۃ کے فیض سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

❀❀❀❀❀ ——— ❀❀❀❀❀

حضرت مفتی صاحب کی ایک کرامت بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا، وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ لکھنؤ سے ہردوئی جانے کیلئے اسٹیشن پر آئے، ٹکٹ کنفرم نہیں تھا، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جیسے ہی گاڑی آئی، تو جہاں کھڑے تھے وہاں جو ڈبہ آیا اسی میں چڑھ گئے، اور ایک سیٹ پر حضرت مفتی صاحب بیٹھ گئے، بعد میں معلوم ہوا کہ اسی کوچ میں جس سیٹ پر حضرت مفتی صاحب بیٹھے یہی کنفرم ہوئی ہے، کیا اللہ کی شان، اس سفر میں حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری اور حضرت الحاج شاہ عتیق احمد صاحب اور دیگر خدام ساتھ تھے۔

❀❀❀❀❀ ——— ❀❀❀❀❀

حضرت مفتی صاحب کے مزاج وطبیعت میں صفائی ونظافت کس درجہ تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، جو راقم کے ساتھ پیش آیا، وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ راقم حضرت مفتی صاحب کیساتھ دسترخوان پر کھانے کیلئے بیٹھا، دسترخوان پر میرے سامنے جو پلیٹ آئی اس میں پانی کے چند قطرے تھے میں نے اپنی ہوشیاری سے اس پانی کے قطروں کو دسترخوان پر ڈال دیا، حضرت مفتی صاحب کی طبیعت میں نظافت اور صفائی تھی، اس لئے فوراً خادم سے کپڑا طلب کیا اور دسترخوان سے وہ پانی خشک کیا، مجھے اپنی اس نادانی پر شرمندگی ہوئی۔

حضرت مفتی صاحب کی اس ناکارہ پر بڑی نوازشیں رہیں، جس کی بنا پر کئی مرتبہ حضرت مفتی صاحب غریب خانہ پر بھی تشریف لائے، راقم کی شادی کے موقع پر ولیمہ میں شرکت فرمائی، اس کے بعد جب راقم نے ۳۱/ مارچ ۲۰۰۱ء میں ایک دینی ادارہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے سنگ بنیاد کی تقریب کی، اس موقع پر بھی حضرت مفتی صاحب غریب خانہ پر تشریف لائے، اس موقعہ پر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ہمارے گھر ایک کمرے میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ٹھہرے تھے، دوسرے کمرے میں بہت سے علماء اور حضرت مفتی صاحب تھے، مفتی صاحب کو کسی نے ادھر سے ادھر اٹھنے کے لئے کہا، تو حضرت مفتی صاحب نے برجستہ فرمایا کہ بھائی ہماری دعوت ہے، مطلب یہ تھا کہ ہمیں بلایا گیا ہے۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

اس کے بعد جب بھی کوئی پروگرام ہوا تو حضرت مفتی صاحب کو دعوت دیدی بلکہ صرف فون بھی کر دیا تو حضرت مفتی صاحب تشریف لے آئے، آخری مرتبہ ۹/فروری ۲۰۰۸ء مطابق یکم صفر ۱۴۲۹ھ سنیچر کو مرکز میں جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لائے، رات میں حضرت کو فون کر دیا تھا، حضرت خوشی خوشی تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور دعاء فرمائی اور کھانے سے فراغت کے بعد تشریف لے گئے۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

اس کے کچھ عرصے بعد ہی سے حضرت مفتی صاحب پر ذہول ونسیان کی کیفیت غالب ہوتی گئی اور پھر وہ مستغرق فی اللہ اور دنیا ومافیہا سے بظاہر بے خبر و بے تعلق ہو گئے، ایک زمانہ تک اللہ! اللہ! زبان پر جاری رہا، مگر ادھر چند سالوں سے بالکل خاموش رہتے تھے، جس زمانے میں استغراق کی کیفیت میں زبان پر اللہ اللہ جاری رہتا تھا اس زمانے میں اگر کوئی بڑی شخصیت آتی، تو اس شخصیت کے ساتھ ایسے انداز سے پیش آتے گویا کہ اس کا احترام کر رہے ہیں، ایک مرتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی تشریف لائے تو حضرت مفتی صاحب کرسی پر تھے اور اللہ اللہ کر رہے تھے، فوراً خدام کو اشارہ کر کے کرسی طلب کی، مگر حضرت مہتمم صاحب نیچے ہی بیٹھ گئے، ایک مرتبہ مارچ ۲۰۱۳ء میں میرے ساتھ ایک مہمان الحاج موسی درسوت صاحب جنوبی افریقہ والے حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب خدام نے مہمان کی ضیافت کے لئے ناشتہ کا انتظام کیا، تو حضرت مفتی صاحب نے ان کی دلجوئی کے لئے ایک انگور اٹھا کر منھ میں رکھا، اور اس کو پپولتے رہے، اگر چہ نہ اس کو چبا سکے اور نہ نگل سکے، مگر اس طرح اکرام ضیف میں شریک رہے۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

حضرت مفتی صاحب نے اپنی اس کیفیت کے طویل عرصے تک عام غذائیں استعمال نہیں کیں، بلکہ ان کو غذا مشروب کی شکل میں ہی پائپ کے ذریعہ سے دی جاتی تھی، مگر دیکھنے والے حضرت مفتی صاحب کے چہرے، ان کی نظافت وصفائی سے یہ انداز نہیں لگا سکتے تھے کہ یہ بیمار ہیں، نہ کپڑوں میں کسی قسم کا داغ دھبہ، نہ بدبو، اللہ نے حضرت مفتی صاحب کے مزاج وطبیعت کے مطابق خدام بھی ایسے ہی عطا کئے تھے، جو ان کی طبیعت کے مطابق ان کی صفائی وستھرائی کا اسی طرح خیال کرتے تھے، جس طرح حضرت مفتی صاحب خود کرتے تھے، اس طویل عرصے کے اندر کبھی زیادہ طبیعت خراب ہو جاتی تو حضرت مفتی صاحب

کے داماد اور خانقاہ کے ذمہ دار حضرت الحاج شاہ عتیق احمد صاحب دہرادون میں کسی اہم ہسپتال میں بھی علاج کیلئے لے جاتے اور طبیعت میں افاقہ ہونے پر واپس لے آتے، وفات سے ہفتہ دس دن پہلے بھی طبیعت کی ناسازی کی بنا پر دہرہ دون لے جائے گئے، جس سے حضرت مفتی صاحب کے انتقال کی خبر بھی خوب عام ہوگئی تھی، مگر اللہ تعالی کو ہفتہ دس دن اور حضرت کے فیض سے لوگوں کو مستفیض کرنا تھا، اس لئے وہ خبر جھوٹی ثابت ہوئی، اس طرح موت کی یہ جھوٹی خبر حقیقی خبر کی تمہید بن گئی، اور زائرین کی تعداد بڑھ گئی، ویسے بھی ادھر چند سالوں سے زائرین کی تعداد بڑھتے بڑھتے ہزاروں بلکہ ہزاروں سے اوپر ہوگئی تھی، کئی کئی مرتبہ زیارت کے لئے اور دعا کے لئے حضرت کو باہر لایا جاتا، اور دعا کرائی جاتی، اور لوگ حضرت کی زیارت اور ان کی موجودگی میں ہونے والی دعا سے مستفیض ہوتے، جس کا اہتمام حضرت کے جانشین الحاج عتیق احمد صاحب کرتے، اگر مجلس میں کوئی بڑا عالم ہوتا تو الحاج عتیق احمد صاحب اس سے کچھ بیان بھی کراتے، اور دعا بھی اسی سے کراتے، حضرت مفتی صاحب کے فیض کا فیضان جاری تھا، اور امت کے افراد و عاشقان اہل اللہ جوق در جوق آرہے تھے اور مستفیض ہورہے تھے، یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ عین منشاء الٰہی کے مطابق ۲۶؍جمادی الاولی ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳؍فروری ۲۰۱۸ء بروز منگل صبح سوا چھ بجے حضرت مفتی صاحب اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک بار پھر رائے پور کی سرزمین نے وہ منظر دیکھا جو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کی وفات کے وقت ۱۹۱۹ء میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی وفات کے وقت ۱۹۹۲ء میں لوگوں نے دیکھا تھا، بلکہ اس سے کہیں زیادہ ۱۳؍فروری ۲۰۱۸ء کو چشم فلک نے وہ منظر دیکھا، اور گذشتہ سارے منظروں کو فیل کردیا، دراصل جب کوئی بندہ اللہ سے تعلق کرلیتا ہے، اور اللہ سے محبت کرلیتا ہے، تو اللہ تعالی بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور فرشتوں کے ذریعہ سے منادی کرادی جاتی ہے کہ فلاں بندے سے اللہ تعالی محبت کرتا ہے، اے زمین و آسمان کی مخلوق تم بھی اس سے محبت کرو، یہ اعزاز ایسے ہی لوگوں کیلئے ہے، جنہوں نے اللہ کی محبت میں زندگی گزاری، جس کا منظر لوگوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا، اللہ تعالی حضرت مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے۔

حضرت مفتی صاحب کی پیدائش یکم جنوری ۱۹۳۳ء میں ہوئی، مظاہر علوم میں تعلیم مکمل کی اور کچھ دنوں تک مدرسہ خادم العلوم باغوں والی ضلع مظفرنگر میں پڑھایا، پھر اکابر کے مشورہ سے مظاہر علوم میں تشریف لے آئے، مظاہر سے یکسو ہونے کے بعد خانقاہ رائے پور کو آباد کیا اور ایک طویل عرصہ تک امت مسلمہ کو فیضیاب کرتے رہے، یہاں تک کہ اپنے مالک حقیقی سے جاملے، اللہ تعالی اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ایمان کامل پر اپنی رضا کے ساتھ خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے، چونکہ حضرت مفتی صاحب ماہنامہ ''نقوش اسلام'' اور ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' کے سرپرستوں میں سے تھے، اس لئے آپ کی وفات پر نقوش اسلام کا یہ خصوصی شمارہ نکال کر ادنی سا خراج عقیدت پیش کیا جارہا ہے۔

یاد رفتگاں

مفتی عبدالقیوم صاحبؒ ایک بھاری بھر کم شخصیت

مولانا محمود حسن حسنی ندوی نائب مدیر پندرہ روزہ "تعمیر حیات"، لکھنؤ

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ان خدا رسیدہ، زاہدان باصفا، ربانی علماء میں سے تھے جن کے ایک ہاتھ میں جام شریعت رہا اور دوسرے ہاتھ میں جام طریقت رہا، انہوں نے مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم حاصل کی، اور اس کا حق ادا کیا، پھر اسی ادارہ سے تعلیمی و تدریسی طور پر وابستہ ہوئے اور اکابر مظاہر علوم کی صف میں کھڑے ہوگئے، تقویٰ! عقائد میں ہو یا عبادات میں، معاملات میں ہو یا اخلاقیات میں، انفرادی ہو یا اجتماعی زندگی میں آپ کا شیوہ اور وطیرہ رہا، ولایت کی شان ایمان اور تقویٰ ہے:"الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم و لاھم یحزنون، الذین آمنوا و کانوا یتقون" اور دوسری جگہ اہل تقویٰ کے لیے ولایت کی بشارت ہے، ارشاد ربانی ہے:"یا ایھا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا" کہ اے ایمان والو! تم اگر تقویٰ اختیار کروگے، اللہ تمہیں شان امتیازی عطا کرے گا۔

اور یہ محبوبیت و ولایت اتباع سنت نبویؐ سے حاصل ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی بنا کر رہتی دنیا کے لیے بھیجا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو نمونہ کا طریقہ بتا کر اس کو اختیار کرنے کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا"۔

ترجمہ: تمہارے لیے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال، اس کیلئے جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ اور پچھلے دن، اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا۔

اتباع سنت اس کے لیے زیادہ آسان ہوتا ہے جو اللہ کا شوق رکھتا ہے اور آخرت پر اس کی نگاہ بھی رہتی ہے کہ وہ زندگی ہی اصل اور حقیقی زندگی ہے" والآخرۃ خیر وابقیٰ"۔

یہ چیز زندگی میں زہد، قناعت اور استغناء کی صفات پیدا کرتی ہے، اور ان سب چیزوں کے لیے کثرت ذکر معاون ہوتا ہے، اور ذکر کے ساتھ کثرت کا لفظ قرآن مجید نے استعمال کیا ہے:"والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات"۔

ہمارے مشائخ طریقت نے طاعت میں لگانے اور معصیت سے دور کرنے کا طریقہ کثرت ذکر کو اسی قرآنی تعبیر کی روشنی میں اختیار کیا، اور سنت کی اتباع وہ عظیم عمل ہے جس سے زندگی کے اعمال میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور روحانیت کو طاقت ملتی ہے اور اعمال میں صالحیت پیدا ہوتی ہے، اور ایسا شخص مخلوق خدا میں بھی محبوبیت کی جگہ پالیتا ہے، ارشاد ربانی ہے:"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا"۔

اللہ رحمٰن ورحیم یہ محبت و مقبولیت جو لوگوں میں رکھ دیتا ہے، وہ اس محبت کا اثر ہوتا ہے جو اللہ کو اپنے اس بندے سے ہوتی، جس کے لیے قرآن کریم کے الفاظ ہیں:" قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔

اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کامیابی کی ضمانت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا"۔

اور وہ اہل ایمان جنہیں فلاح کی بشارت دی گئی ہے، اور ان اہل

ایمان کی ان مخصوص صفات کو بھی ذکر کیا گیا ہے، جن کے اختیار کرنے سے یہ کامیابی حاصل ہوتی ہے، ارشاد ربانی ہے:"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ، الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ، وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ، وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکَاةِ فَاعِلُوْنَ، وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ، اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْن"۔

اور وہ لوگ جو اللہ رب العالمین کے فیصلوں اور مشیت کو پیش نظر رکھتے ہیں اور سچے دل سے اسے پروردگار مان کر زندگی گزارتے ہیں، اور پائے ثبات میں لغزش نہیں آنے دیتے، ان کے لیے الگ بشارت ہے:"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلَآئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ، نَحْنُ اَوْلِیَاؤُکُمْ فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ"۔

ترجمہ: تحقیق جنہوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان پر اترتے ہیں فرشتے کہ تم مت ڈرو، اور نہ غم کرو، اور خوش خبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا، ہم ہیں تمہارے رفیق دنیا میں اور آخرت میں، اور تمہارے لیے وہاں ہے جو چاہے دل تمہارا اور تمہارے لیے وہاں ہے جو کچھ مانگو۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی زندگی میں اخفائے حال، انکار ذات اور استغناء کی خصوصیت شروع سے تادم حال قائم ودائم رہی، اور وہ ان رجال اللہ میں سے تھے جو ہر حال میں اپنے رب سے لَو لگائے رہتے ہیں، گو کہ ایسے لوگ کم ہوتے ہیں لیکن ایسے چند ہی لوگ وہ وزن رکھتے ہیں جو دوسرے نہیں رکھتے، ان کا مزاج شروع سے اختلافات اور نزاعات سے دور رہنے کا رہا ہے، اور جب مظاہر علوم سہارنپور میں کچھ اختلافات کی بات پیدا ہوئی تو خاموشی سے انہوں نے اپنی وہاں کی مشغولیت سے علیحدگی اختیار کرلی، اور اپنے کو خانقاہ رائے پور میں مشغول کرلیا، خانقاہ رائے پور سے ان کا نام ایسا جڑا اور نسبت رائے پور سے ایسی جڑی کہ ایک کا تصور دوسرے کے لئے لازم ملزوم سا ہوگیا۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے جانشین ان کے شیخ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ کے نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ ہوئے؛ لیکن وہ اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے پاکستان میں وفات پاجانے اور وہیں مدفون ہوجانے کے بعد خود بھی وہیں کے ہوکر رہ گئے، البتہ رائے پور آنے اور ٹھہرنے کا سلسلہ قائم رکھا، اور طالبین سلوک ومعرفت کو دونوں جگہوں سے فیضیاب کرتے رہے؛ لیکن رائے پور میں ان کی مدت اقامت تھوڑی ہی رہ سکتی تھی، خانقاہ رائے پور میں مستقل نظم ونسق کی ذمہ داری اور ارشاد وتربیت کا کام حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے سپرد ہوا اور انہوں نے پوری طرح یہاں طرحِ اقامت ڈال کر خانقاہ کو آباد کیا، اور حضرت مفتی صاحب کی محبوبیت ومقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا، اور اللہ کا نام سیکھنے کے لئے اور دین کو سمجھنے کے لئے اور اپنی زندگیوں میں اتارنے کے لیے لوگ ان کی خدمت میں آتے رہے، اور ان کی صحبت بابرکت سے فیض پاتے رہے۔

بڑے مشائخ اور علمائے وقت بھی شہری تمدن اور مغربی اثرات سے خالی اس مقام پر آکر کچھ وقت گزارنا چاہتے، جیسے کہ پہلے بزرگوں میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی بانی جماعت تبلیغ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کا معمول تھا، بعد میں دوسرے اکابر مشائخ وعلماء نے بھی یہ تعلق قائم رکھا اور سلسلہ رائے پور سے وابستہ لوگ بھی اس کے لیے سفر کرتے رہے اور بعض مشائخ اپنے مریدوں کو بھی رائے پور بھیجنے کا انتظام کرتے اور حضرت مفتی صاحبؒ سب کا ان کے مقام ومرتبہ کا خیال کرتے ہوئے خیال فرماتے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ جو کہ حضرت مولانا شاہ

عبدالقادر رائے پوریؒ کے ان بڑے خلفاء میں تھے، جن کی حیثیت ان کے حلقۂ ارادت میں سرپرست کی سی تھی، چانچہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نوراللہ مرقدہ کو ہمیشہ ان سے خاص مناسبت رہی، اور اس مناسبت وتعلق کے نتیجہ میں وہ رائے بریلی اور لکھنؤ کا بھی سفر کرتے اور حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کے پاس کچھ وقت گزارتے اور رائے پور کی دعوت بھی دیتے۔

راقم الحروف کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ کی موجودگی میں رائے پور حاضری کی توفیق ہوئی تو وہ منظر دیکھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ اور حضرات رائے پور کے لیے وہ خوشی اور مسرت کا مقام تھا جیسے عید کا سماں ہو۔

اللہ تعالیٰ مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی اور مولوی حمید اللہ قاسمی کبیرنگری کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نوراللہ مرقدہ کے متعلق ''نقوش اسلام'' کا خصوصی شمارہ نکال کر خراج عقیدت پیش کیا ہے، خاص طور سے ان حالات میں جب کی مادیت کا دور دورہ ہے اور اسلامیت ومغربیت کی سخت کشمکش ہے، اس معرکۂ مادیت وروحانیت میں انہیں اصحاب اخلاص واستقامت کی فتح ہوتی ہے، جو پائے ثبات میں لغزش نہیں آنے دیتے، امید ہے کہ اُس بابرکت اور بافیض شخصیت کے تمام گوشوں کو اجاگر کیا جائے گا اور ان کی خدمات جلیلہ سے رسالہ کو زینت بخشی جائے گی، مزید برآں مرکزی تربیت وارشاد خانقاہ رائے پور کا تعارف بھی ہوگا، جہاں سے حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ نے خلق خدا کو وسیع پیمانہ پر قلب کی صفائی، نفس کے تزکیہ اور تعلق مع اللہ کا راستہ بتایا تھا۔

بہرحال مفتی عبدالقیوم صاحب ایک بھاری بھرکم شخصیت کے مالک تھے، ان کے در پر ہر شخص آنے کی سعادت سمجھتا تھا، مسلمان ہی نہیں بلکہ برادر وطن کا ایک اچھا خاصہ طبقہ حضرت سے جڑا ہوا تھا، جو وقتاً فوقتاً خانقاہ رائے پور میں حاضر ہوتے اور دعاؤں کی درخواست کرتے۔

❀❀❀❀

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی
اہم تصانیف

۱-مختصر تجویدالقرآن (بروایت حفص اردو)
۲-بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو)
۳-جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ)
۴-ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی)
۵-رہنمائے سلوک وطریقت ۶-مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا
۷-الامامۃ فی الصلاۃ ومسائلہا واحکامہا ۸-التدخین بین الشرع والطب
۹-حیات عبدالرشید ۲۰۰؍روپئے ۱۰-سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ
۱۱-تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ ۱۲-تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ
۱۳-تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۱۴-تذکرہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ۱۵-چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید
۱۶-مقالات ومشاہدات ۱۷-مکتوبات اکابر
۱۸-چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول
۱۹-افکار دل (۳۰ تقریروں کا مجموعہ) ۲۰-مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ
۲۱-تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ
۲۲-سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳-لڑکیوں کی اصلاح وتربیت
۲۴-ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ
۲۵-میری والدہ مرحومہ (نقوش وتأثرات)
۲۶-قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت
۲۷-تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری
۲۸-نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا ۲۹-تصوف اور اکابر دیوبند
۳۰-امامت کے احکام ومسائل ۳۱-اللہ ورسول کی محبت
۳۲-فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات ۳۳-عقائد وارکان اسلام
۳۴-ماں باپ اور اولاد کے حقوق ۳۵-میرے شیخ ومرشد مفکر اسلام
۳۶- القادیانیة ثورة علی النبوة المحمدیة ۳۷- سیرة النبی الأکرم
۳۸-درد دل ۳۹-ساز دل
۴۰- Beliefs and Pillars of Islam ۴۱- Rules of Raising Funds
۴۲- The Laws Pertaining to Imamat
۴۳- The Rights of Perents and children
۴۴- Guidelines for Sulook and Tareeqat
۴۵- Tasawwuf and tha Elders of Deoband
۴۶- Life Sketch of Hadhrat Thanwi
۴۷- A Biogrophy of the Noblest Nabi
۴۸- My Sheikh and Spiritual Guide

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

Mob: 09719831058 - 09719639955

سوانح حیات

مختصر حالات

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ

مولانا محمد شعبان بستوی استاذ مدرسہ اسلامیہ سلیمانہ کاندھلہ، شاملی (یوپی)

حضرت شاہ ملا عبدالعزیز صاحب رائپوریؒ:

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نوراللہ مرقدہ کے دادا کے برادر محترم حضرت شاہ ملا عبدالعزیز صاحب رائے پوری حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کے خلیفہ اجل اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کے پیر بھائی تھے، جب شاہ عبدالرحیم رائپوری کو آپ کے پیر ومرشد حضرت میاں جی شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ نے رائپور بھیجا، اسی وقت سے ملاجی حضرت رائپوری کی خدمت اور صحبت میں رہے، اور تقریباً چالیس سال تک سفر وحضر میں ساتھ رہے، سفر حج میں بھی حضرت کی معیت ورفاقت نصیب ہوئی، ملاجی حضرت کے عاشق زار خادم اور حضرت ان پر بے انتہا شفقت ومحبت کا برتاؤ کرتے تھے، حضرت ملاجی کی طبیعت نرم، چہرہ نورانی، بے انتہاء صبر وتحمل اور نماز میں حد درجہ خشوع وخضوع تھا، بہت سی خوبیوں اور کمالات کے حامل تھے، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کے حکم سے رام پور، ڈھکرانی، سہس پور، مٹوالا، دہرہ دون وغیرہ میں بہت سے مکاتب ومدارس قائم کئے، حضرت کی ڈاک بھی اکثر ملاجی ہی لکھتے تھے، تحریک ریشمی رومال کے سلسلہ میں مالی اعانت کا نظام بھی آپ سے متعلق تھا، چندہ اکٹھا کرنا اور مجاہدین کو ارسال کرنا آپ کی ذمہ داری تھی، اس سلسلہ کی خط وکتابت اور دیگر ذمہ داری بھی آپ ہی کے سپرد ہوئی تھی، آپ حضرت رائپوریؒ کے انتہائی معتمد لوگوں میں سے تھے۔ (تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ)

حضرت شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائپوریؒ:

حضرت حافظ عبدالرشید صاحب حضرت ملاجی عبدالعزیز صاحب کے صاحبزادے اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کے خلیفہ اور خادم خاص تھے، آپ نے دینی، دعوتی اور اصلاحی بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، تقسیم ہند کے بعد مرتد ہونے والے لوگوں پر شب وروز محنت کرکے ان کو کلمہ پڑھوا کر دوبارہ اسلام میں داخل کیا اور جن علاقوں میں مساجد ومکاتب کی ضرورت سمجھی وہاں مساجد ومکاتب قائم کیا، تقریباً چوالیس مساجد اور بہت سے مکاتب ومدارس آپ نے قائم کئے، ہریانہ، پنجاب، ہماچل اور دہرہ دون میں آپ اکثر دعوتی وتبلیغی اسفار کیا کرتے تھے، پہاڑوں اور جنگلات میں رہنے والے پسماندہ مسلمانوں کی اصلاح اور ان کے ایمان واسلام کے تحفظ کی فکر اور مسلسل کوشش کرتے تھے، آپ کی اصلاحی کوششوں سے بہت سے لوگ ہدایت اور ایمان واسلام سے بہرہ یاب ہوئے۔

ولادت:

آپ کے دادا عبدالکریم صاحب حضرت قطب عالم شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سے بیعت وعقیدت کا تعلق رکھتے تھے، حضرت کی صحبت وتربیت کا رنگ آپ پر غالب تھا، تواضع وانکساری، ایثار وقربانی، خدمت خلق کے جذبہ سے متصف تھے، دینی حمیت وغیرت میں ممتاز تھے، اسی جذبے کے سبب اپنے صاحبزادے حضرت حافظ محمد ایوب صاحب (والد گرامی حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ) کو قرآن کریم حفظ کرایا، اور خالص دینی تربیت کی، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے تقویٰ وطہارت، سنجیدگی ومتانت، تواضع وخاکساری، استغناء وتوکل کا چرچا آج بھی دہرہ دون کے لوگوں میں ہے، جہاں آپ نے طویل مدت تک امامت اور

تدریسی خدمات انجام دی ہیں، والدین کی تربیت اور دعاؤں کے ساتھ ان خدا رسیدہ بزرگوں کی طویل صحبت وتربیت سے گھر کا ماحول ایک دینی واسلامی ماحول تھا، رفتار وگفتار، نشست وبرخاست، خورد ونوش، معاملات ومعاشرت میں شریعت وسنت اور حسن معاشرت پر نظر تھی، ایسے دینی وعرفانی ماحول میں یکم جنوری ۱۹۳۳ء میں حضرت مفتی صاحب کی ولادت ہوئی، اوراس اسلامی وروحانی ماحول میں آپ کی نشو ونما ہوئی۔

آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے:

حضرت مفتی عبدالقیوم بن حضرت حافظ محمد ایوب صاحب ابن عبدالکریم صاحب بن فوجدار خاں بن محمد یار خاں بن محمد رستم خاں بن غلام مرتضی خاں بن محمد مہتاب خاں بن محمد وہاب خاں بن بھیکن خاں بن راؤ بہادر خاں بن غازی خاں بن ہمت خاں بن شیخ چند خاں وغیرہ۔

تعلیم وتربیت:

۱۹۳۷ء میں مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی رائپور میں نورانی قاعدہ سے آپ کی تعلیمی بسم اللہ کا آغاز ہوا، یہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کے نواسے حضرت مولانا محمد اشفاق صاحب کا دور نظامت تھا، رائپور کی ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کے والد گرامی جناب حافظ محمد ایوب صاحب نیا نگر دہرہ دون کی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے، حضرت مفتی صاحب کو اپنے ساتھ دہرہ دون لے گئے، یہاں حضرت مفتی صاحب نے والد محترم سے قرآن کریم ناظرہ اور کچھ پارے حفظ کئے، اس کے بعد آپ کو مدرسہ حفظ القرآن نوگانواں میں داخل کردیا، یہاں آپ نے حافظ نورالحسن صاحب سے قرآن پاک حفظ مکمل کیا۔

حفظ کی تکمیل کے بعد جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں تین سال تک عالمیت کی ابتدائی کتابیں حضرت مولانا محمد اصغر صاحب اور حضرت مولانا محمد حنیف صاحب وغیرہ اساتذہ کرام سے پڑھ کر مدرسہ سبحانیہ دہلی میں داخلہ لیا، اور تین سال تک مختلف اساتذۂ کرام سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں یہاں آپ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری کے خادم خاص حضرت مولانا عبدالمنان صاحب کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب کی نگرانی اور تربیت میں رہے، خانقاہ رائپور سے تعلق کی بنیاد ہی مدرسہ سبحانیہ میں داخلہ کا سبب بنی، آپ کے والد گرامی جناب حافظ محمد ایوب صاحب کو حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب کی تعلیم وتربیت پر کافی اعتماد تھا، اسی لئے حضرت مفتی صاحب کو ان کی نگرانی وتربیت میں دیا تھا۔

پھر عالم اسلام کی مشہور ترین درسگاہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، جہاں علوم وفنون کے ماہرین، رشد وہدایت کے کاملین، شریعت و سنت کے حاملین اساتذۂ کرام سے تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم وفنون کی کتابیں پڑھ کر ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، آپ نے بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے اور مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد صاحبؒ سے، ابوداؤد اور طحاوی شریف حضرت مولانا شاہ اسعداللہ صاحبؒ سے، ترمذی مع شمائل حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ سے پڑھی، آپ کے رفقاء درس میں حضرت مولانا احمد اللہ خاں صاحب بجنوری نائب صدر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، اور حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب گجراتی مدیر ماہنامہ ''فاران'' لندن، اور حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب بستوی وغیرہ تھے، آپ کی جماعت میں دورہ حدیث میں کل سینتالیس طلبہ تھے، جن میں آپ نے اول نمبرات سے کامیابی حاصل کی، آپ کی اس کامیابی پر بطور انعام دررفرائد، تفسیر مدارک، الکوکب الدری مکمل، مقدمہ اوجز، اور دس روپیہ نقد مدرسہ کی طرف سے دیا گیا۔(تاریخ مظاہر علوم)

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد آپ نے شعبہ افتاء میں داخلہ لیا، اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ کی صحبت ونگرانی میں افتاء کی تعلیم مکمل کی، اور مظاہر علوم کی علمی روحانی فضا سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اکابر علماء سے خوب اکتساب فیض کیا، آپ کو تواضع وانکساری،

سنجیدگی ومتانت آباء واجداد سے ورثہ میں ملی تھی، اس پر مزید اکابراہل اللہ کی صحبت وتربیت نے دن بدن نکھار ہی پیدا کیا، آپ اساتذہ کی نگاہوں میں محبوب ومقبول تھے، آپ کی ظاہری وباطنی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ دوران درس آپ کو حضرت رائپوری کہہ کر پکارتے تھے، اس وقت کسے خبر تھی کہ یہ نوخیز آگے چل کر حضرت رائپوری کی مسند کو رونق بخشے گا، اوران کے لگائے ہوئے گلشن رشد وہدایت کی آبیاری کرے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کی قدر کرتے ہیں، آخر دنیا نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ حضرت رائپوری کی نسبت حضرت مفتی صاحب کی طرف منتقل ہوگئی اور خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔

درس وتدریس:

مظاہرعلوم سہارنپور سے فراغت کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء وحکم پر مدرسہ خادم العلوم باغوں والی میں یکم نومبر ۱۹۵۸ء میں ۳۵/روپیہ ماہانہ حق الخدمت پر آپ کا تقرر ہوا، اس زمانہ شباب میں آپ نے کامل احتیاط، پاکدامنی، اور مکمل خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دینی تدریسی اور تربیتی کام کا آغاز کیا، اور تھوڑے ہی دنوں میں طلبہ واساتذہ اور ذمہ داران مدرسہ کو حسن کارکردگی کی بنا پر اپنا گرویدہ بنالیا، ذمہ داران مدرسہ کو آپ پر بھرپور اعتماد ہوگیا یہاں آپ نے قدوری، نورالایضاح، کنزالدقائق، شرح وقایہ، علم الصیغہ اور کافیہ وغیرہ کتابیں پڑھائیں۔

آپ چونکہ مظاہرعلوم کے لائق وفائق اور ممتاز وصالح فضلاء میں سے تھے، مظاہرعلوم کے اکابراساتذہ اور ذمہ داران خصوصاً حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا میں آپ کی بڑی قدر وقیمت واہمیت تھی، اور ہرادارہ کے ذمہ داران اپنے ممتاز فضلاء کی صلاحیتوں کو استعمال کرکے ان میں نکھار پیدا کرنے اور کام میں لانے کی سعی کرتے ہیں۔

یکم رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں پچاس روپیہ ماہانہ مشاہرہ پر ناقل فتاویٰ کی حیثیت سے مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور میں آپ کا تقرر ہوا، پھر ترقی کرکے مفتی اور مظاہرعلوم کے مایہ ناز استاد کی حیثیت سے فقہ وفتاویٰ اور تفسیر وغیرہ کی اہم کتابوں کا درس دیا، اور تقریباً ۲۲/سال تک مظاہرعلوم میں دینی، علمی، دعوتی خدمات انجام دیتے رہے، اور طالبان علوم نبوت کو سیراب کرتے رہے، ۲۸/شعبان ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹/مئی ۱۹۸۵ء کو آپ مظاہرعلوم سے مستعفی ہوکر خانقاہ رائے پور تشریف لے آئے، ۱۹۷۶ء ہی سے مدرسہ مظاہرعلوم میں استاد ہونے کے ساتھ آپ مدرسہ درگلزار رحیمی رائپور کی بھی سرپرستی فرماتے رہے، مظاہرعلوم سے مستعفی ہونے کے بعد آپ نے خانقاہ اور مدرسہ کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا، آپ کی نگرانی اور تولیت میں بہت کام ہوا، اطراف اور ملک وبیرون ملک پھیلے ہوئے تلامذہ اور اہل تعلق اپنے اپنے مدارس ومکاتب اور دینی مراکز سے متعلق حضرت سے مشورے کرتے رہتے تھے، اور مفتی صاحبؒ پوری بیدار مغزی وتیقظ کے ساتھ نہایت صائب اور مناسب مشوروں سے نوازتے تھے، اس طرح نہ جانے کتنے مدارس اور دینی مراکز کی رہنمائی اور سرپرستی کرتے رہے۔

بیعت وسلوک:

جہاں آپ کے دادا عبدالکریم اور ان کے بھائی ملا عبدالعزیز صاحبان کا بیعت وعقیدت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، وہیں آپ کے والدگرامی حافظ محمد ایوب صاحب کا اور آپ کے چچا حافظ عبدالرشید صاحب کا حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے دست حق پرست پر بیعت تھے، آپ کے چچا حضرت حافظ عبدالرشید حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے خادم خاص اور مجاز بیعت تھے، آپ کا خاندان خانقاہ رائے پور سے ابتدا سے اب تک وابستہ ہے، اوراس سے بھرپور استفادہ کرکے سنت وشریعت کی راہ پر گامزن ہے۔

آپ کی نشوونما، تعلیم وتربیت اپنے زمانہ کے اساطین امت کی نگرانی اور سرپرستی میں ہوئی جو سلوک ومعرفت کے آفتاب وماہتاب تھے، جن میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری،

ملاعبدالعزیز صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، اور حضرت مولانا شاہ اسعداللہ صاحب رامپوریؒ وغیرہ اکابرین امت خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، آپ عنفوان شباب ہی میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے تھے، مدرسہ خادم العلوم باغوں والی کے زمانہ تدریس میں آپ نے حضرت پیر ومرشد کے ساتھ منصوری میں رمضان المبارک گزارا، اور تراویح میں قرآن کریم سنایا، سامعین میں شیخ ومرشد کے ساتھ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابرین امت کی صحبت ومعیت کا شرف حاصل رہا، آپ پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی مکمل توجہات وعنایات رہی ہیں، آپ پر کامل اعتماد کرکے اجازت وخلافت سے بھی نوازا، حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہمارے حضرت کے یہاں اجازت کا تحریری اہتمام نہیں تھا، بلکہ جس پر اعتماد ہوتا، اس سے کہہ دیتے کہ بھائی توبہ کرادیا کرو، یہی ہمارے حضرت کی طرف سے اجازت ہوتی تھی'' آپ کے چچا جناب حافظ عبدالرشید صاحب نے بھی آپ کو اجازت مرحمت فرمائی، آپ کے ہاتھ پر خلق کثیر نے توبہ کی، آپ کے مریدین ومتوسلین کی ایک بڑی تعداد ہے۔

نکاح واولاد:

حضرت مفتی صاحب کا نکاح گڑھ سلیم پور کے حاجی صدیق احمد کی صاحبزادی سے ہوا، آپ کی اہلیہ محترمہ نہایت شریف الطبع سنت وشریعت کی پابند تھیں، حضرت کی زوجیت میں رہ کر اطاعت شعاری، خدمت گزاری اور حقوق کی ادائیگی میں شریعت مطہرہ کی مکمل پاسداری کی آپ کے بطن سے اللہ نے تین پاکباز بچیاں عطا فرمائیں، ان تینوں کی شادی حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کے بڑے صاحبزادے، جناب حافظ محمد سعید صاحب کے تین لڑکوں سے ہوئی، الحاج عتیق احمد صاحب، ڈاکٹر شفیق احمد صاحب اور لئیق احمد صاحب تینوں حضرت کے نیک وصالح داماد ہیں، دینی، دعوتی، قومی وملی خدمت کا بھر پور جذبہ رکھتے ہیں، الحاج عتیق احمد صاحب اس وقت خانقاہ اور مدرسہ کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں، اور ظاہری وباطنی ترقی کے لئے کوشاں ہیں، مولائے کریم نظر بد سے محفوظ رکھے اور دینی، دعوتی، قومی وملی خدمت کے لئے انہیں اور ان کی نسلوں کو قبول فرمائے۔

مظاہر علوم سے رخصت ہونے کے بعد سے آخری لمحات تک خانقاہ درگلزار رحیمی رائپور میں قیام پذیر رہے۔

طویل علالت کی حالت میں ۲۶/جمادی الاولی ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳/فروری ۲۰۱۸ء بروز منگل تقریباً ساڑھے چھ بجے صبح داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

غزل

جب زخم بڑھ کے جسم کی پوشاک ہوگئے
دیوانے تیرے اور بھی بے باک ہوگئے

دھکا دیا تھا اس نے ڈبونے کے واسطے
ہم ہاتھ پاؤں مار کے تیراک ہوگئے

ہم نے تو ان کو درس محبت دیا مگر
بچے ہمارے اور بھی سفاک ہوگئے

بغض وحسد کی دل میں ابھی گندگی تو ہے
کیا فائدہ لباس اگر پاک ہوگئے

خطرہ ہے زندگی کو یہاں پاسبان سے
حالات آج اتنے خطرناک ہوگئے

معصومیت کا دور خلش اب گذر گیا
اتنے فریب کھا کے چالاک ہوگئے

نوک قلم: حافظ عبدالستار عزیزی سابق مدیر انتظامی ''نقوش اسلام''

صفات حمیدہ

حضرت مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ

مولانا ناصرالدین مظاہری ایڈیٹر ماہنامہ ’’آئینہ مظاہر علوم‘‘ سہارنپور

آسمان علم وفن سے ستاروں کے ٹوٹنے کا سلسلہ جاری ہے، یعنی محرومیوں کے گھنگھور بادل شباب پر ہیں، سسکتی، کراہتی اور آنسو بہاتی انسانیت کو ابھی کچھ اور آنسو بہانے مقدر ہیں: ’’کل نفس ذائقة الموت‘‘ جو ایک اٹل صداقت اور سچائی ہے، مگر نیک لوگ اس سچائی کے اثبات میں خود ہی دلیل بن کر گمراہوں کو راہ راست پر آنے کا ایک موقع اور دے گئے۔

کیا بتایا جائے کہ اس وقت ملت ظلم وتعدی کی کس چکی میں پس رہی ہے، امت اخلاقی پستی کے کس غار میں لڑھک چکی ہے اور ہمارا سواد اعظم ہے کہ ہم سے رخ موڑ کر اور ہم سے اپنا رشتہ توڑ کر جان جہاں سے گزرنے میں عافیت محسوس کرتا ہے، عجیب بات ہے بستیاں اجڑتی جارہی ہیں، قبرستان آباد ہوتے جارہے ہیں، بستیوں میں ویرانیوں کی حکمرانی نظر آتی ہے، جب کہ قبرستانوں میں طمانینت قلبی کا احساس ہوتا ہے، فلک بوس عمارتوں کے سایہ میں نحوست ٹپکتی ہے اور قبرستان کے درختوں کی چھاؤں راحت بخشتی ہے، شہروں کی مٹی آلودہ ہے تو وہاں کی مٹی صاف وشفاف فالودہ، انسانوں کی بستیوں سے انسانیت عنقا ہوتی جارہی ہے، حیوانوں نے انسانوں کی جگہ لے لی ہے، حیوانوں کی درندگی کو انسانوں نے اپنالیا ہے، جبھی تو پے درپے ایسے صدمات وحادثات کے باوجود جس کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں وہ اپنی حماقتوں کے مظاہرے کرتا اور ان ہی کو اپنی دانائی تصور کرتا ہے، زخم پر چوٹ لگ جائے تو مریض چیخ پڑتا ہے؛ لیکن یہ کیا بے حسی ہے کہ ہمارے درمیان سے ہمارے بڑے یکے بعد دیگرے رخصت پذیر ہوتے جارہے ہیں، اور ہم ہیں کہ ان کی پاک وپاکیزہ زندگیوں سے سبق حاصل کرنے کے بجائے اپنی پرانی چال کو کافی اور وافی سمجھے ہوئے ہیں۔

یہ سال مظاہر علوم اور تمام ابنائے قدیم کے لئے محرومیوں کا سال سمجھا جائے گا؛ کیونکہ اس سال مظاہر علوم کی عبقری شخصیات، قابل فخر سپوت اور ہونہار فرزندان نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں موند لی ہیں، چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہریؒ شیخ الحدیث دارالعلوم جامع الہدی مرادآباد، شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ، حضرت مولانا قاری محمد ادریس صدرالقراء مظاہر علوم وقف سہارنپور اور ماضی قریب میں حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ پھولپوریؒ یہ وہ شخصیات ہیں، جنہوں نے مظاہر علوم سے فیضیابی اور خوشہ چینی کی، پھر چاردانگ عالم میں اپنی مختلف الجہات خدمات کا علم لہرایا۔

صوفی وقت، بزرگ عالم دین، خانقاہ رائے پور کے سجادہ نشین اور مظاہر علوم وقف کے رکن رکین حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ طویل عرصہ بیمار رہ کر ۲۶؍جمادی الاولی ۱۴۳۹ھ منگل کے دن صبح تقریباً ۶؍بجے مولائے حقیقی سے جاملے: ’’ان للّٰہ ما آخذ ولہ ماأعطی وکل شئی عندہ باجل مسمٰی فلتصبر ولتحتسب‘‘۔

ضرورت جتنی جتنی بڑھ رہی ہے صبح روشن کی
اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے

مفتی صاحبؒ سے واقفیت تو پتہ نہیں کب سے ہے کیونکہ ۱۹۹۳ء میں جب راقم الحروف نے سہارنپور کا رخ کیا، مظاہر علوم میں داخلہ لیا تو داخلہ کے بعد سے ہی وقتاً فوقتاً آپ کا نام نامی اسم گرامی سماعت سے ٹکرانے لگا، کبھی مدرسہ کے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں، تو کبھی سہارنپور آتے جاتے فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کی خدمت میں، مفتی صاحب کی زیارت ہوہی جاتی تھی۔

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کی خدمت میں ویسے بھی اکابر اہل اللہ کی آمد ورفت ہوتی رہتی تھی اور اسی بہانے ان کی زیارتوں کا موقع ملتا رہتا تھا لیکن ہمارا حال تو وہ تھا جو میر تقی میر نے کہا:

اب کر کے فراموش تو ناشاد کرو گے
پر ہم جو نہ ہوں گے تو بہت یاد کرو گے

ان ہی شخصیات میں مفتی عبدالقیوم علیہ الرحمہ بھی تھے، غالباً ۱۹۹۴ء کی بات ہے جمعہ کا دن تھا، میں دفتر مظاہر علوم سے مطبخ کی طرف جارہا تھا، اچانک روڈ پر مدرسہ کی گاڑی جو مہندرا کمپنی کی تھی، رینگتی نظر آئی، سامنے کی سیٹ پر حضرت الاستاذ مولانا سید وقار علیؒ کو دیکھا، حضرت نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے قریب بلایا اور ڈانٹ کر فرمایا کہ گاڑی میں بیٹھ، پوچھنے اور بہانہ بنانے کی ہمت نہیں تھی فوراً بیٹھ گیا، گاڑی چل پڑی دو ایک طلبہ اور بھی بیٹھے تھے، کچھ پتہ نہیں تھا کہ ہم کدھر جارہے ہیں کیونکہ اس وقت تک طالب علمی کی وجہ سے کہیں بھی آنا جانا کم ہی ہوتا تھا، ہماری گاڑی ایک چھوٹے سے مدرسہ اور اس کے قریب ہی بنی مسجد کے متصل ٹھہر گئی، حضرت الاستاذ اترے اور ہم لوگوں کو بھی اترنے کا حکم ہوا، اندر مسجد میں ایک سادی سی چٹائی پر ایک بلند پیشانی، چمکدار ستواں ناک، پر رعب آنکھیں اور بلند قد وقامت بزرگ تشریف فرما تھے، حضرت الاستاذ ان ہی کے پاس پہنچے اور بے تکلفی کے ساتھ ملاقات کر کے ہم لوگوں کے بارے میں بتایا کہ یہ مدرسہ کے طلبہ ہیں چنانچہ ہماری طرف بھی دست مبارک دراز فرمایا اور ہمیں نہ صرف مصافحہ کی سعادت ملی، بلکہ ہمارے سروں پر دست شفقت بھی پھیرا، حضرت الاستاذ نے بہت سے حالات مدرسہ کے انھیں بتائے اور وہ سنتے رہے کچھ نہ کچھ باتیں بھی کرتے رہے لیکن مجھے اب تک پتہ نہ چل سکا تھا کہ یہ کون شخصیت ہیں، بلکہ کون سا گاؤں ہے، مجھے اس کی بھی خبر نہ تھی، خیر وہاں سے نکلنے کے بعد میں نے حضرت الاستاذ سے پوچھ ہی لیا کہ یہ کون بزرگ تھے؟ فرمایا کہ یہ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری ہیں۔

میں نے مدرسہ کے مختلف مطبوعہ کاغذات میں مفتی صاحب کا نام نامی پہلے ہی دیکھ رکھا تھا؛ لیکن زیارت پہلی بار ہوئی، بہت ہی سادہ طرز زندگی تھا، گمنامی پسند، گوشہ نشین، کم گو، کم سخن، صاف دل، شیریں زبان، مرنجا مرنج، بہت ہی ہلکی آواز میں بولنے کی عادت گویا وہ حقیقت میں ''مظاہری'' تھے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب کے والد ماجد کا نام محمد ایوب تھا، ان کا خانوادہ پہلے سے ہی رائے پور کا عزت دار اور بااثر تھا، اسی خانوادہ میں مفتی صاحب نے آنکھیں کھولیں، جب آپ تقریباً پانچ سال کے تھے، مدرسہ فیض ہدایت رائے پور میں پڑھنے کیلئے بٹھائے گئے، کچھ تعلیم اپنے والد ماجد سے بھی حاصل کی پھر جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، مدرسہ سبحانیہ دہلی اور اخیر میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوکر کئی سال تک یہاں کے کبار اساتذہ ومعلّمین سے اکتساب فیض کرتے رہے، تا آنکہ ۱۹۵۶ء میں دورۂ حدیث شریف پڑھ کر پوری جماعت میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

آپ نے بخاری شریف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خان سہارنپوریؒ سے، ابوداؤد شریف اور طحاوی شریف حضرت مولانا محمد اسعد اللہ رام پوریؒ سے، ترمذی اور شمائل ترمذی حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا، آپ اپنی جماعت کے کل ۴۵ طلبہ میں سب سے امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے، چنانچہ بخاری ومسلم اور ترمذی میں آپ نے اعلیٰ نمبرات سے بھی زیادہ نمبر حاصل کئے اور اس طرح نقد انعام کے علاوہ درر فرائد، تفسیر مدارک، الکوکب الدری وغیرہ کئی کتابیں منجانب مدرسہ بطور انعام دی گئیں۔

آپ کے خصوصی رفقاء میں حضرت مولانا احمد اللہ خان حمیدی بجنوری، حضرت مولانا انوار احمد اعظمی، حضرت مولانا منیر احمد بجنوری، حضرت مولانا محمد رفیق بارہ بنکوی اور حضرت مولانا محمد موسیٰ گجراتی (لندن) لائق ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد مدرسہ خادم العلوم باغونوالی مظفر نگر میں محض ۳۵/روپے ماہانہ مشاہرہ پر درس نظامی کی تعلیم دینی شروع کی، آپ کا درس بہت مشہور اور طلبہ میں نہایت مقبول تھا، چنانچہ باغونوالی میں کنزالدقائق اور شرح وقایہ جیسی متداول کتب کا درس دیا۔

یکم رمضان ۱۳۸۵ھ م ۱۹۶۲ء میں پچاس روپے مشاہرہ پر آپ نے مدرسہ مظاہر علوم میں ناقل فتاویٰ کی حیثیت سے کام شروع کیا، یکم ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ کو مدرسہ کے سب سے بڑے احاطہ دارالطلبہ جدید کا نگرانِ دارالاقامہ بنادیا گیا، یکم شوال ۱۳۸۶ھ سے آپ کو خصوصی ترقی دی گئی۔

۱۳۹۲ھ کو آپ نائب مفتی بنائے گئے، مشاہرہ میں اضافہ ہوا، نگرانی الاؤنس دیا گیا، فراہمی سرمایہ کا الاؤنس بھی ملا اور درس نظامی کی اہم فقہی کتب بھی زیر درس رہیں۔

مظاہر علوم کا ایک امتیاز یہ بھی رہا کہ یہاں بعض اساتذہ سے متعلق بعض دروس بہت مشہور ہوئے چنانچہ حضرت مولانا ثابت علی پورقاضویؒ امام النحو حضرت علامہ صدیق احمد کشمیریؒ اور حضرت علامہ محمد یامینؒ کا درس شرح جامی نہایت مشہور رہا، اسی طرح حضرت مولانا منظور احمد خانؒ کا درس مسلم، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ، حضرت مفتی سعید احمد اجراڑویؒ اور فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کا درس ترمذی نہایت مقبول ومشہور رہا، شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کا درس بخاری آسمانِ تدریس کا نیر تاباں بنا رہا تو امام الفرائض حضرت مولانا سید وقار علی بجنوریؒ کا درس سراجی اہل علم طبقہ میں نہایت پسند کیا گیا۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ کا درس ہدایہ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی شاندار کڑی اور لڑی بنا رہا، طلبہ ذوق وشوق سے ان کے سبق میں آتے اور دامن مراد بھر کر واپس جاتے تھے، شعبان ۱۳۹۳ھ کے وسط میں سفر حج کیلئے طویل رخصت لی، غالباً یہ ان کا پہلا سفر حج بیت اللہ تھا۔

مدرسہ مظاہر علوم میں عالمانہ شان کے ساتھ نیابت افتاء کے منصب پر رہتے ہوئے جب بعض افراد نے وقف علی اللہ سے کھلم کھلا بغاوت کی تو مفتی صاحب ہی تھے جنہوں نے مظاہر علوم کی مسند افتاء سے سب سے پہلے سوسائٹی رجسٹریشن کے خلاف عدم جواز کا فتویٰ دیا اور بعد میں یہی فتویٰ بہت سے ارباب افتاء کے لئے ماخذ ومصدر کی حیثیت بنا، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ سے آپ کو بہت عقیدت تھی چنانچہ سب سے پہلے آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، جب رائے پور کی خانقاہ کو جہاں دیدہ، خدارسیدہ برگزیدہ وستودہ بزرگ کی ضرورت پیش آئی تو اکابر مظاہر کے مشورہ سے مفتی صاحبؒ ۱۴۰۵ھ میں مظاہر علوم سے رائے پور بھیجے گئے لیکن مادر علمی سے تعلق ہمیشہ بنائے رکھا، چنانچہ فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ نے مظاہر علوم کی عظیم الشان مجلس شوریٰ کا رکن منتخب فرمالیا، مفتی صاحب مسلسل علالت سے پہلے تک برابر تشریف لاتے رہے اور مدرسہ کے اہم امور پر تبادلہ خیال کرتے رہے۔

مفتی صاحب زاہد وپارسا، متقی وپرہیز گار، کم گو وملنسار، قناعت پسند وبردبار، حلیم المزاج، مروت ومودت کے بحر ناپیدا کنار، سلوک واحسان کے سمندر، تزکیہ وتجلیہ کے شناور، لیت ولعل سے دور، چون وچرا سے نفور، ہٹو بچو سے یکسو، گمنامی ونیک نامی سے مرصع، فروتنی وتواضع کا مرقع، شرافت وتقدس کے ہمالہ، عشق الٰہی اور سوز وسازِ دروں کا شعلۂ جوالہ، باغبان وپاسبان، ذاکر وشاغل، عالم درویش، فقیرانہ شان، درویشانہ زندگی، خوش ادا، خوش نوا، خوش گو، خوش گفتار اور نیک کردار بزرگ تھے۔

کرب وقلق کی ٹیسیں ان تک پہنچتے پہنچتے ختم ہوجاتیں، مصیبت ومعصیت کے سیلاب اپنا راستہ بدل لیتے، ملعون شیطان اپنے سر پر خاک لعنت وذلت ڈالتا، نفس ونفسانیت ان کے یہاں گویا مردہ ہوجاتے، وہ "دارنا فانية احوالنا عارية انفاسنا معدودة وكسلنا موجودة" کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا، وہ "ارض باليسير من الدنيا مع

سلامة دینك" کورواج دیتے رہے، گمنامی وخمول پر کاربند رہتے ہوئے اپنے سالکین وطالبین کو بھی زاہدانہ زندگی کا خوگر بناتے رہے، وہ شہروں کو اپنا مسکن ومستقر بنا سکتے تھے، وہ ہوائی جنازوں میں اڑ سکتے تھے، وہ سمندروں کا سینہ چیر سکتے تھے، وہ چمکدار گاڑیوں سے لطف اندوز ہوسکتے تھے، وہ اپنے جھونپڑے کو جنت نشان بنا سکتے تھے، لیکن ان کو معلوم تھا کہ یہ سب عارضی اور خارجی چیزیں ہیں: ؎

چوں گیاہِ زھر رنگش دلکش است
لیک طعمش تلخ وبویش ناخوش است

وہ اپنے قرب وجوار میں طوطا چشموں، طالع آزما لوگوں اور شپرہ چشموں کا ہجوم نہیں چاہتے تھے، وہ اکیلے رہ کر اکیلے کی عبادت کرنا چاہتے تھے، وہ فکرامروز سے زیادہ فکرفردا پر متوجہ رہتے تھے، ان کا حال ان کے مستقبل کی تابنا کی کی گواہی دیتا تھا، وہ صبر وثبات اور عزم وعزائم کا وہ کوہِ گراں تھے، جس سے حسد وحقد کی لہریں ٹکرا کر پاش پاش ہوجاتیں، جہاں ہوا ونفسانیت کے بادل چھٹ جاتے، جہاں خواہشات انسانی دم توڑ جاتی، جہاں شیطانی تحریکات کی ہوا نکل جاتی، جہاں ذکر وفکر کی بہاریں اپنی بہار دکھاتیں، جہاں اللہ اللہ کی صدائیں قلب وروح کو تسکین بہم پہنچاتیں، جہاں کا چپہ چپہ یاد الٰہی میں مست رہتا، جہاں کا پتہ پتہ خوف خدا میں لرزاں وترساں رہتا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ نے اسی درودیوار کے لئے تو تحریر فرمایا تھا کہ ''رفتہ رفتہ آس پاس کئی چھپر اور سائبان پڑ گئے اور ایک خش پوش خانقاہ تیار ہوگئی جو کچھ ہی عرصہ کے بعد طالبینِ خدا کا ایسا مرکز بن گئی جس نے مادیت اور غفلت کے اس دور میں اور چودھویں صدی کے وسط میں شاہ غلام علی دہلویؒ کی خانقاہ کی یاد تازہ کردی اور بہت سی حیثیتوں سے اپنے وقت میں برعظیم ہند کی سب سے بڑی زندہ اور آباد خانقاہ تھی جہاں ہندوستان کے ہر ذوق اور ہر طبقہ کے ممتاز افرادعشق کا سودا اور دل کی دوا لینے کیلئے ملک کے گوشہ گوشہ سے جمع ہونے لگے اور جہاں مشکل سے کوئی وقت ذکر اللہ کی صداؤں اور عشق ومحبت کے نغموں سے خالی ہوتا ہوگا جہاں کی سرشاری وبے خودی ما سوی اللہ سے انقطاع اور ساقی کی عالی ظرفی اور فیاضی کو دیکھ کر بہت سے آلودہ دامن پکار اٹھتے تھے: ؎

حشر تک یارب طفیلِ خادمانِ مے فروش
اک درتو یہ کھلا رکھ، اک دوکانِ مے فروش

اخیر عمر میں مفتی صاحب مسلسل بیمار رہنے لگے، پہلے نسیان کا مرض لاحق ہوا پھر خاموشی طاری ہوگئی اور بعد میں تو بالکل ہی صامت وساکت، کیا ہوگئے بلکہ فنافی اللہ ہوگئے، گفتگو بند ہوگئی اور اسی کیفیت میں کئی سال رہے، دہلی، میرٹھ اور دہرہ دون وغیرہ بھی رہے، بالآخر ۲۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ کو صبح ۶ بج کر ۱۵؍منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا: ؎

جان ہی دیدی جگر نے آج کوئے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

نماز جنازہ میں شرکت کیلئے دور ونزدیک سے لوگوں کا جم غفیر اتنی بڑی تعداد میں پہنچا کہ رائے پور کی طرف جانے والی سڑکیں، گڈنڈیاں، چھتیں، گلیاں اور خانقاہ سے متصل نہر کے اندر جہاں تک خشکی موجود تھی، انسانی سروں کے علاوہ کچھ نظر نہ آتا تھا، بہٹ، مرزاپور، ہتھنی کنڈ اور عالم پور کے راستے دور دور تک گاڑیوں سے بھرے ہوئے تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ اور فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے جنازہ میں جو ہجوم امڈا تھا، اس کا عکس یہاں نظر آیا: ؎

جوں غم کے ہجوم سے نکلے اور جنازہ بھی دھوم سے نکلے
اور جنازے میں ہو یہ شورِحزیں، آج وہ مرگیا جو تھا ہی نہیں

۱۳؍فروری ۲۰۱۸ء بروز منگل بعد نماز ظہر ساڑھے تین بجے جناب الحاج شاہ عتیق احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی، اس موقع پر عتیق احمد صاحب کی جانشینی کا اعلان بھی ہوا، عتیق احمد صاحب نیک صالح، عصری تعلیم یافتہ، حضرت مفتی صاحبؒ کے تربیت یافتہ اور جانشین فقیہ الاسلام حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہٗ کے خلیفہ ومجاز بیعت ہیں۔ ۞

احساسِ غم

خانقاہ رائے پور کا مورث وامین

اپنے رب کے حضور میں

حمیداللہ قاسمی کبیرنگری

''خانقاہ رائے پور''ان بزرگان دین اور اہل اللہ کی روحانی اور اصلاحی تربیت گاہ ہے، جس کے بانی ومبانی اور معمارِ اول قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ تھے، جنہوں نے ''لاالہ الا اللہ'' اور اللہ اللہ! کی ضربوں سے رائے پوری کی خانقاہ کو تادم حیات مسحور اور اس کی فضا کو معطر رکھا، اِن کے چلے جانے کے بعد اس خانقاہ کے سچے جانشین شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ ہوئے جنہوں نے اپنے شیخ ومرشد کے بتائے ہوئے طریقے پر عوام وخواص کو باطنی فیض اور روحانی اصلاح وتربیت کے سلسلہ کو جاری رکھا، آپکے بعد اس خانقاہ کے جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ ہوئے جنہوں نے اس خانقاہ کو ذکر وشغل کی مجلسوں سے آباد رکھا، جس طرح دونوں شیوخ کے زمانے میں ذکر وشغل کی مجلسیں سجتیں اور آراستہ ہوتی رہیں، اسی طرح حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری وساری رہا اور لوگ جوق در جوق خانقاہ رائے پور حاضر ہوکر اپنے نفس کا تزکیہ، قلب کا تصفیہ اور باطن کی اصلاح کرتے رہے، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ کے پاکستان ہجرت کر جانے کے بعد یہ خانقاہ ویران سی ہوگئی اور عوام وخواص ذکر وفکر کی روحانی مجلسوں سے محروم ہوگئے۔

دبستان معرفت کے ان شیوخ ثلاثہ کے رخصت ہوجانے کی وجہ سے اکابرین حضرات خانقاہ کی آبیاری وشادابی اور اس کی تعمیر وترقی کے لئے فکرمند اور کوشاں رہتے تھے اور دلِ بیقرار سے یہی کہتے کہ جس خانقاہ کی شان وشوکت کا یہ حال ہوا کرتا تھا کہ جہاں پہلے طبیعتیں بہلتی تھیں اور اللہ! اللہ کی نغمہ ریزیوں سے دلوں کو سکون ملتا تھا، جس کی روحانی فضا معمور اور جس کے رندان بادہ خوار ذکر کی حلاوت سے مخمور ہوتے اور جہاں امت کے پیچیدہ اور مشکل مسائل حل کئے جاتے، یہی نہیں؛ بلکہ عوام وخواص کی رہبری اور رہنمائی ودستگیری کے فرائض بھی انجام پاتے، جہاں تھکی ہاری انسانیت کو قرار اور سکون میسر ہوتا تھا، آج اس خانقاہ کا یہ حال ہوگیا ہے کہ وہاں سے گزرنے والا ہر شخص تڑپ اٹھتا اور خانقاہ کے ماضی کی شان وشوکت، عظمت رفتہ اور باغ وبہار کی اُس پہلی حالت وکیفیت کو یاد کرکے ماتم کناں ہوجاتا، جگرشق ہونے لگتا، کلیجہ منہ کو آنے لگتا، خانقاہ کے ماضی کی باغ وبہار اور جنت نشاں کا منظر یاد آنے لگتا، اسی کرب وبے چینی کے عالم میں تقریباً ۲۵/سال گزر گئے، خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس خانقاہ کو نشاۃِ ثانیہ کے طور پر دوبارہ وحدہ لاشریک نے ایک ولی کامل، عارف باللہ مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کی ذات گرامی سے رونق بخشی اور یہ خانقاہ پھر سے عوام وخواص کی توجہ کا مرکز بن گئی اور ایک بار پھر ذکر وفکر کی مجلسوں سے آباد ہوگئی، لوگ پروانہ وار آکر جمع ہونے لگے۔

خانقاہ میں حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کے جلوہ گر اور مسند نشین ہونے کی وجہ سے اکابر علماء کرام، مشائخ عظام اور صوفیائے کرام کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر ہوگیا، بالآخر ان تینوں مذکورہ شخصیات کے حقیقی جانشین اور اس خانقاہ رحیمی کے مورث وامین ولی کامل عارف باللہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نوراللہ مرقدہ ہوئے، یہ ان حضرات کی تمنائیں تھیں کہ جنہیں مفتی صاحبؒ کی روشن پیشانی پر سنت نبویؐ کی جلوہ گری صاف نظر آتی تھی، یہی وجہ تھی کہ شروع ہی سے مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کا سینہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کے تئیں پاکیزہ جذبات اور نیک تمناؤں سے لبریز ومعمور تھا، آپ کو بارہا فرماتے ہوئے سنا گیا کہ میں اپنی آنکھوں سے اس بچہ-عبدالقیوم-

کی فطرت سلیمہ میں وہ جوہر دیکھ رہا ہوں جو کم لوگوں میں پائے جاتے ہیں، یہ مستقبل میں اپنے وقت کا امام اور قوم وملت کا رہبر ومقتدا ہوگا، مزید یہ بھی فرماتے کہ یہ قوم وملت کا جوہر آبدار اور گوہر یکتا ہوگا، غرضیکہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کی آرزو اور دلی تمنا یہی تھی کہ مفتی عبدالقیوم صاحب خانقاہ رحیمیہ اور گلستان رحیمی کو اپنی ذات سے زینت اور منور فرمائیں، یہی نہیں بلکہ جب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ پاکستان جارہے تھے تو مفتی عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ کو یہ الفاظ کہہ کر گئے تھے کہ ''عبدالقیوم! ہم پاکستان جارہے ہیں، ممکن ہے اب واپسی نہ ہوسکے، تم خانقاہ میں پڑے رہنا، گڑے رہنا، خانقاہ کا چکر کاٹتے رہنا، لوگ تمہارے چکر کاٹا کریں گے''۔

مؤرخ یوں جگہ دیتا نہیں تاریخ عالم میں
بڑی قربانیوں کے بعد پیدا نام ہوتا ہے

حضرت مفتی صاحبؒ کی شخصیت کو یہ امتیاز وخصوصیت حاصل رہی کہ آپ استغراقیت وفنائیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آپ کردار نبویؐ کے پیکر، اخلاق نبویؐ کی جیتی جاگتی تصویر، اسلاف واکابر کی زندگیوں کا نمونہ اور سنت وشریعت کا آئینہ دار تھے، صحبت وتربیت نے دن بدن نکھار ہی پیدا کیا، آپ اساتذہ کی نگاہوں میں محبوب ومقبول تھے، آپ کی ظاہری وباطنی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ دوران درس آپ کو''حضرت رائپوری'' کہہ کر پکارتے تھے، اس وقت کسے خبر تھی کہ یہ نوخیز آگے چل کر حضرت رائپوری کی مسند کو رونق بخشے گا اور ان کے لگائے ہوئے گلشن رشد وہدایت کی آبیاری کرے گا، اور ہوا یونہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی قدر کی اور آخر دنیا نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ حضرت رائپوری کی نسبت حضرت مفتی صاحب کی طرف منتقل ہوئی اور خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا، شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کی نظر کیمیا بھی درست ثابت ہوئی: ؎

افلاک سے کھینچی جاتی ہے سینوں میں اتاری جاتی ہے
توحید کی مئے ساغر سے نہیں نظروں سے پلائی جاتی ہے

حضرت مفتی صاحبؒ کے اخلاق وعادات کو دیکھتے ہوئے شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے خلیفہ وخادم خاص حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ نے بھی فرمایا تھا کہ: ''جن اخلاقیات وصلاحیات کی حامل شخصیت کی خانقاہ رائے پور کو ضرورت ہے، میری نظر میں مفتی عبدالقیوم صاحب کی ذات والا صفات ہے''۔

مذکورہ بالا بزرگان دین اور علماء کرام کی خواہشیں، تمنائیں اور دعائیں یہی تھی کہ آگے چل کر مفتی عبدالقیوم صاحب ہی اس خانقاہ کے مورث بنیں گے، جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا، بہر حال مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ اس خانقاہ کے سچے جانشین بنے اور بادل ناخواستہ اس بار گراں کو قبول کیا، مفتی عبدالقیوم صاحب نوراللہ مرقدہ کی سیرت وسوانح پر کتابیں لکھی جاچکی ہیں، مزید تفصیل سے لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ مفتی صاحب اعلیٰ درجہ کے روحانی پیشوا اور باکمال علمی، ادبی اور اصلاحی مراتب پر فائز تھے، سلیم الفطرت، نیک خصلت اور خاموش طبیعت کے حامل انسان تھے، تقوی وطہارت، نظافت ونفاست، پاک فطرت اور نیک سیرت میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کی ذات گرامی تصوف اور علم معرفت کے آخری مرحلہ میں فنافی اللہ تک پہنچی ہوئی تھی، آپ ایک فرشتہ سیرت انسان تھے، جنہیں دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہوجاتی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے خمیر میں، تواضع، عاجزی، انکساری، ملنساری، سچائی، عفت وپاکدامنی، خوش خلقی اور علم وحکمت سے وابستگی ایسی تھی کہ جس کی بدولت انہوں نے خانقاہ رائے پور کو چار چاند لگایا، خانقاہ کا نظم وضبط بطریق احسن شفافیت کے ساتھ چلایا اور شریعت وطریقت کی شمع کو اعلیٰ پیمانہ پر روشن کیا، آپ کی حالات رفعیہ کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کے جنازہ میں عوام وخواص کا وہ جم غفیر تھا جس کو ماضی قریب میں کسی آنکھوں نے نہیں دیکھا ہوگا، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خصوصیات اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ✿

احساسِ قلب

خانقاہِ عالیہ رائے پور کے آخری تاج دار

مولانا مفتی محمد ساجد کھجناوری مدیر ماہنامہ ''صدائے حق'' گنگوہ

۱۳؍فروری ۲۰۱۸ء بروز منگل کی علی الصبح آفتاب دنیا کے نمودار ہونے سے پیشتر ہی عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ کی صورت میں وہ ٹمٹماتا چراغِ سحری بھی آخرش گل ہوگیا جس کی لو کسی قیامت سے کم نہ تھی، یقین ومعرفت اور اصلاح وتربیت کا یہ ایک ایسا گوہرِ شب چراغ تھا جس کی ضوفشانی سے تزکیہ وتصوف کی کتنی ہی بستیاں روشن تھیں، اخلاق وکردار اور علم وذکر کی ایسی شمع جہاں دین محمدی کے پروانے فی کل احیان جمع رہتے، وہ ایسی دکانِ معرفت کے امین تھے جہاں روحانی مریضوں کیلئے دوائے دل کے نسخے تجویز کئے جاتے، جہاں ماسوی اللہ سے کچھ بھی نہ ہونے کا عقیدہ اور حقیقی ذات باری سے سب کچھ ہونے کا یقین شرک وبدعت زدہ ذہنوں میں راسخ کیا جاتا، انہیں شرح وبست کے ساتھ بعثتِ انبیاء کے مقاصد سے روشناس اور فی سبیل اللہ کے حقیقی وتوسیعی مفہوم سے بھی مطلع ہونے کی تلقین کی جاتی، الغرض ہر کسی کو اس کے حسبِ حال صلاح وصالحیت کی طرف سبقت کرنے کی ترغیب دی جاتی کہ یہی اہل دل بزرگوں کا طریق رہا ہے: ع

دیتے ہیں بادہ ظرف بھی قدح خوار دیکھ کر

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ اپنی سیرت وصورت، علم ومعرفت کی جامعیت اور کارِ نبوت پر عامل رہنے کی حیثیت سے اُن عالی قدر قدسی صفات مشائخِ رائے پور کی آخری یادگار تھے جنہوں نے پورے برصغیر میں خصوصاً اور جنوبی ایشیاء میں عموماً تعمیر انسانیت، تہذیب نفوس اور جادۂ مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی طرح ڈالی، اتباعِ سنت وشریعت کا عمومی ذوق پیدا کرنے کے ساتھ مستی توحید کے میخانے آباد کئے جہاں شام وسحر عشقِ الٰہی کے جام ومینا لنڈھائے جاتے، سالکین وطالبین آتے اور بقدر ظرف استفادہ کرکے کامیاب وکامران ہوتے۔

ابھی تک صرف کتابوں میں پڑھا اور اپنے بزرگوں سے سنا تھا کہ اللہ کے عاشقین اس کی رضا کا پروانہ ملنے کے بعد عام انسانوں کیلئے بھی محبوب بن جاتے ہیں ''مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهُ'' کی تفسیر ۱۳؍فروری ۲۰۱۸ء کو اس وقت سازِ دل کو چھیڑ رہی تھی جب لاکھوں انسان جن میں بچے، جوان اور بوڑھے بھی تھے، نماز جنازہ میں شرکت کیلئے افتاں وخیزاں خانقاہ رائے پور کی طرف رواں دواں تھے تاکہ وہ یہاں کے آخری تاج دار کو آخری سلامی دے سکیں، اللہ! اللہ عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے نکلا، ہر طرف سر ہی سر نظر آرہے تھے، تمام چھوٹے بڑے مدارس وجامعات اور دینی وتبلیغی مراکز کے ذمے داران وابستگان رشک بھرے انداز میں یہاں جمع تھے، عالم عربی کی ممتاز دینی شخصیت شیخ محمد یوسف القرضاوی نے کہیں لکھا ہے کہ بعض جنازے استصواب رائے کی حیثیت رکھتے ہیں جو میت کے عنداللہ مقبول ہونے کی شہادت بن جاتے ہیں، حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کے جنازہ کی تو اس بابت مثال دی جاتی ہے جو تاریخ کے سینہ پر ہمیشہ محفوظ رہے گی، حضرت مفتی صاحبؒ کے جنازہ میں لکھوکھا افراد کی شرکت نے ماضی قریب کے سبھی ریکارڈ توڑ دئے، ذمے دار اور محتاط شخصیتوں کی زبانی بھی یہی سنا گیا کہ مشاہدہ کی دنیا میں اتنا بڑا مجمع کسی جنازہ میں نہیں دیکھا گیا، بلاشبہ یہ اژدحام کبیر خانقاہ رائے پور کی ہردل عزیزی اور مرحوم والا صفات کی عنداللہ محبوبیت کا نتیجہ تھا، اللہ آپ کے درجات بلند تر فرمائے۔

مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ نے یکم جنوری ۱۹۳۳ء کو حافظ راؤ محمد ایوبؒ کے یہاں آنکھیں کھولیں، جو قطب زماں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی مجالسِ ذکر واصلاح کے حاضر باش اور دہرادون میں امامت کے فرائض سے وابستہ تھے، عہد طفولیت گھر پر ہی گذرا، یہیں مدرسہ فیض ہدایت رحیمی میں نورانی قاعدہ سے آپ کی بسم اللہ ہوئی، مکتبی تعلیم اور حفظ وغیرہ اپنے والد کی نگرانی میں مکمل فرمائی، بعد ازاں جامعہ اسلامیہ ریڑھی میں عربی درجات اور درس نظامی کے بعض زینے طے کر کے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، جہاں چند سال رہ کر آپ نے ۱۹۵۶ء میں سند فراغ پائی، اس زمانہ میں دورۂ حدیث کے اندر کل ۷۴ طلبہ تھے، آپ نے امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کر کے اکابر مظاہر علوم سے خصوصی انعام بھی حاصل کیا، دریں اثنا فقہ وفتاویٰ کی نکتہ داں شخصیت حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ سے یہیں افتاء کی تکمیل وتمرین کی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین قدس سرہ آپ کی نیک نہادی اور رائے پور سے انتساب کی وجہ سے آپ کے بڑے قدر دان تھے؛ بلکہ شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ تو آپ کو اسی وقت پیار میں ''حضرت رائے پوری'' کہہ کر مخاطب ہوتے تھے۔

مظاہر علوم سے فاتحۂ فراغ پڑھنے کے بعد برائے تدریس آپ خادم العلوم باغوں والی چلے گئے جہاں آپ نے قدوری، نور الایضاح، کنز الدقائق، شرح وقایہ، علم الصیغہ اور کافیہ کی مثالی تدریس کا وظیفہ نبھایا، اس وقت آپ کی عمر محض ۲۶ سال تھی، لیکن تقویٰ وپاک بازی جیسے اوصاف پہلے دن سے خمیر میں شامل تھے، مزید برآں صالح والدین کی تربیت وتاثیر اور رائے پور کے اس وقت کے روحانی اثرات آپ پر سایہ فگن ہو چلے تھے جو گردش شب وروز کے ساتھ ترقی پذیر تھے، اسی لئے نگاہ شناس عارفین نے بھی آپ کے اندر آثارِ ولایت کو بخوبی تاڑ لیا تھا، مظاہر علوم کے زمانۂ طالب علمی میں آپ کا اصلاحی تعلق اگرچہ جنیدِ زماں حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ رام پوریؒ سے قائم ہو گیا تھا، لیکن یہ سوزش عشق مسلسل بے چین کئے رکھتی تا آں کہ قطب دوراں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاںؒ اور دوسرے بزرگوں نے رائے پور کی نسبت کو دوسروں تک منتقل کرنے کا آپ کو مجاز بنایا، حضرت شاہ صاحب کی کیمیا اثر نظر آپ پر بچپن ہی سے پڑی ہوئی تھی، چنانچہ جس سال حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے رمضان منصوری میں گذارنے کا منصوبہ بنایا تو تراویح پڑھانے اور اس میں قرآن سنانے کا شرف مفتی عبدالقیوم ہی کو بخشا، جبکہ سماعتِ قرآن کیلئے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس اللہ اسرارہما کو مامور فرمایا تھا، یہاں کے ریاضات ومجاہدات اور ذکر اللہ کی ضربوں نے آپ کے اندرون پر کیا نقوش ثبت کئے ہوں گے اسے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے، مظاہر علوم کے اہل انتظام وکبار اساتذہ اپنے اس ہونہار فاضل کی علمی استعداد تام سے چونکہ پہلے ہی واقف تھے جبکہ مزید شہرت ان کے ابتدائی تدریسی تجربات کی نیک نامی سے ہوگئی تھی، جیسے ہی آپ نے باغونوالی کو خیر باد کہا، مظاہر علوم کے دیوار ودر آپ کے منتظر تھے، چنانچہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں ناقلِ فتاویٰ کی حیثیت سے آپ کا تقرر مظاہر علوم میں کرلیا گیا، فقہ وفتاویٰ میں آپ نہایت متصلب اور زمانہ شناس واقع ہوئے تھے، فقہ کی جزئیات وکلیات کا استحضار رکھنے کیساتھ مستفتی کے ظروف واحوال اور مقتضیات رخصت وعزیمت سے اغماض ان کا شیوہ نہ تھا، مع ہذا اتباع نفس اور شائبہ تلفیق کو انکے یہاں گذر نہ تھا، فتاویٰ نویسی کے ساتھ اس کی تدریس بھی حضرت مفتی صاحب کے ذمے سالہا سال رہی، وہ اعلیٰ درجہ کے کامیاب مدرس اور مقبول استاذ تھے، آپ ہی سے مظاہر علوم میں ہدایہ پڑھ چکے، جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا وسیم احمد سنسار پوری بتاتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب کی تدریس وتفہیم کانوں کو بھلی معلوم ہوتی تھی وہ دھیمی مگر رسیلی آواز میں گویا ہوتے؛ لیکن اس کا جادو ہر قریب وبعید کے سر چڑھ کر بولتا تھا......

﴿بقیہ اگلے صفحہ ۲۴ر پر﴾

تأثرات

مرنے والا گیا داستاں رہ گئی

مفتی عبدالقیوم صاحب تاریخ انسانیت کی بلا اختلاف شخصیت

مولانا کبیرالدین فاران مظاہری ناظم مدرسہ مسروالا، ہماچل پردیش

سرزمین رائے پور مدت ہائے دراز سے علمی و روحانی شخصیت کا مرکز، اہل اللہ کا مسکن اور اہل دل کا مدفن رہا ہے، جن کی حرارت ایمانی اور تصوف وطریقت کی ضوء فشانیوں سے شرک وبدعات کی تاریکیاں چھٹتی رہی ہیں، اس مردم خیز اور پرضیا خطہ نے اپنی کوکھ سے نابغۂ روزگار شخصیت کو جنم دیا اور اپنی کوکھ میں بیشمار اہل دل کو پالا اور اپنے شکم میں نادرالمثال شخصیت کو سمویا، جن پر دنیا ہمیشہ رشک کرتی رہی، جن کو دنیا روح وجسم کو مجلیٰ کرنے والی شخصیت قطب عالم حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ، بزرگ ساز شخصیت شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ انکے جانشین حضرت مولانا شاہ عبدلعزیز رائے پوریؒ اور مدارس ومکاتب کے بانی حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کے ناموں سے واقف ہے، اس سرزمین نے ایک قدآور شخصیت استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ کو بھی ہزاروں صفات سے مالامال فرما کر جن کی زندگی موت تک کے سارے احوال وصفات دنیا کیلئے نمونہ بنی رہی۔

حضرت مفتی صاحبؒ ایثار وقناعت، محبت وانسیت غیر معمولی نظم وضبط اور شور وا ویلا کے ماحول میں ایک ساقط صامت سمندر کی سی تھی وہ لاجواب گفتار اور بے نظیر کردار کے مالک تھے اور اس خاموش شخصیت میں بلا کی جادوئی تاثیر اور علم وحکمت کے موتی بکھیرنے کا اثر تھا، جن کی صحبت میں جہالت کی تاریکی دور ہوتی اور غیر اسلامی ماحول کا تعفن ان کی روحانی عطر بیزیوں سے معطر ہوتی تھی، وہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے مسند تدریس کے پروقار اور کامیاب مدرس تھے، جن کی درسگاہ بڑی کامیاب تھی، ان میں غبی ذہن اور غیر معمولی صلاحیت کے طلبہ کو اپنے سادے اور پرمغز طرز تکلم سے علم آشنا کردیتے تھے اور ہر ذوق ومزاج کے طلبہ کو اپنے دلنشیں پیرائے انداز سے سیراب کرنے کی مکمل صلاحیت تھی، وہ ہر ذہن ومزاج کے طلبہ کی رعایت میں تکرار درس فرماتے تھے جس کی برکت سے طلبہ کو ان کے انداز بیان سے سیرابی حاصل ہوتی۔

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کی زندگی میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پاسداری تھی اور ہر ادا میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء واتباع کی کوشش فرماتے، اس لئے ان کی ذات میں عفو ودرگزر، تحمل وبردباری، خوش اخلاقی اور اپنی جادوئی مسکراہٹ سے آنے والوں کا تعب، بے چین روح کو تسلی اور سیرابی فرمادیتے تھے، ان کی چلت پھرت، پروقار شخصیت اور زندگی کی سادگی سے محسوس ہوتا تھا کہ ملائکہ ہیں جو زمین پر اپنے نورانی پروں سے ڈھانکے ہوئے ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی کا ہر شعبہ رسم ورواج سے دور تھا، وہ واقعہ کی اصل روح اور بنیادی مقصد پر مرکوز ہوتے، اللہ نے انہیں خوف وخشیت، انابت وتواضع اور تقویٰ کی دولتوں سے مالامال فرمایا تھا، وہ شفقت ومروت کے بے تاج بادشاہ تھے، میرے محسن استاذ تھے، مظاہر علوم سہارنپور میں دور طالب علمی میں ان کی خدمت میں حضوری اور خدمت کا بارہا شرف حاصل ہوتا، آنے والا ہر طالب علم سمجھتا کہ حضرت استاذ ہمارے سب سے بڑے محسن اور مجھ سے سب سے زیادہ محبت فرماتے ہیں، حضرت مفتی صاحب کی ذات میں حد درجہ یکسانیت ویکسوئی تھی، وہ اختلاط، اختلاف اور انتشار کے ماحول سے بہت دور رہتے تھے، چنانچہ ایک زمانہ مظاہر علوم سہارنپور کے قیام کے بعد یکسوئی

اور گوشہ نشینی اختیار کرنے کیلئے اپنے مادر وطن رائے پور اور اس کے بعد زمانہ کی مشہور روحانی خانقاہ ''رائے پور'' سے وابستہ ہوگئے اور رائے پور کی خانقاہ کے روحانی وارث بن کر تشنگان علوم و معرفت اور خانقاہ رحیمی کے فیض اور خوابیدہ روحوں کو بیدار کرتے رہے اور ایک باکمال شخصیت کے روپ میں خانقاہ رحیمی کے مالی اور گلشن رحیمی کے باغبانی کا فرض نبھاتے رہے، بندہ جب کبھی حضرت استاذ گرامی کی خدمت میں علاقہ کے دینی احوال اور مدرسہ کی ترقیات کاموں سے اطلاع کرتا تو حضرت خوش ہوتے، ایک دفعہ بندہ کی درخواست پر ۲۷/صفر ۱۴۲۱ھ بروز جمعرات اپنے رفقاء کیساتھ مدرسہ قادریہ مسروالا تشریف لائے، طلبہ اساتذہ اور علاقہ کے عوام کو اپنی تشریف آوری سے مستفیض فرمایا، نیز اپنے تأثرات کو رجسٹر معائنہ پر اس طرح ثبت فرمایا:

''مدرسہ قادریہ مسروالا (ہماچل پردیش) میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی خصوصی طور پر مدرسہ کی صفائی اور نظم و نسق کا معائنہ کر کے بہت ہی مسرت ہوئی، اللہم زد فزد، یہ سب عزیز مولانا کبیر الدین فاران صاحب سلمہ ناظم مدرسہ ہٰذا کے نظم و نسق اور سلیقہ حسن کارکردگی کا مظہر ہے، حق تعالیٰ شانہ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور نظر بد سے اہل مدرسہ اور مدرسہ کی حفاظت فرمائے، آمین یارب العالمین''۔

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ ایک عرصہ تک صاحب فراش رہے اس دوران وہ واردین اور صادرین کو اپنی چشم بصارت سے سیراب فرماتے اور خود روحانی غذا سے اپنے جسم ناتواں کو قوت بہم پہنچاتے، کئی بار حاضری کی سعادت پر ان کے خادم خاص الحاج محترم عتیق احمد صاحب خصوصی رعایت فرما کر قریب تشریف لیجا کر میرا سلام اور دعاؤں کی درخواست فرماتے، وہ گنگناتی آواز سے دعائے مستجاب سے سرفراز فرماتے، حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کو اللہ نے محبوبیت و مقبولیت کی لازوال دولتوں سے مالامال فرمایا تھا، وہ ہر طبقہ فکر کے ہر دل عزیز اور محبوب نظر تھے۔

بلاشبہ! تاریخ انسانیت کے وہ تنہا بزرگ اور بلا اختلافی شخصیت تھی جو اپنے رب سے انعام پانے کے لئے ۲۶/جمادی الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳/فروری ۲۰۱۸ء کو اپنے رب کی آغوش رحمت میں چلے گئے۔

❁❁❁

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۲۲/کا﴾ آپ کی ذات گرامی مجموعۂ حسنات تھی، حق کی حمایت اور ہلٹر بازیوں کی ناروا طرف داری میں وہ بے حد حساس واقع ہوئے تھے، جب مظاہر علوم میں سوسائٹی رجسٹریشن اور وقف ایکٹ کا معرکۃ الآراء بحران در آیا تو اپنی سادگی و بے نفسی اور فریق نہ بننے والی طبیعت سے پریشان و منقبض سے رہنے لگے تھے، احقاق حق کی سنت پر عمل کرنے کے باوجود بالآخر انہوں نے اس سنامی طوفان کے در آنے سے پہلے ہی مظاہر علوم سے علیحدگی اختیار کر لی جس نے مظاہر علوم کو دو لخت کر دیا تھا، مظاہر علوم کی ۲۲/سالہ تدریسی کامیاب زندگی کے بعد بالآخر ۱۹۸۵ء میں آپ اسی خانقاہ عالیہ رائے پور میں مسند نشیں ہوگئے جس کے انتظامی امور کی دیکھ ریکھ اس سے پیشتر ہی آپ کو حاصل تھی، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے پاکستان منتقل ہونے کے بعد روح و روحانیت کی فضا ماند پڑ رہی تھی لیکن اس مرشد کامل نے یقین و معرفت کے ایسے چراغ جلائے کہ ایک مرتبہ پھر خدا مستوں کو یہاں قرار میسّر آنے لگا، فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفۂ باصفا اور خانقاہ رائے پور کے مرشد اول حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے شریعت و طریقت کے سنگم کا جو رول ماڈل مخلصینِ امت کو دیا تھا حضرت مفتی صاحب نے اسی کے تعارف و ابلاغ پر اپنی حیات طیبہ تج و فنا کر دی اور اپنی مستجاب خدمات کا صلہ پانے کیلئے اللہ کے دربار عالی میں پہنچ گئے'' تغمده الله بغفرانه و ادخله فسيح جناته''۔

اللہ ان کے نسبی و روحانی وارثین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور اس چمنستانِ معرفت و یقین کو تا ابد شاداب رکھے، آمین۔

آمین آمین لا ارضی بواحدة — حتی اضیف الیها الف آمینا

❁❁❁

نالۂ غم بروفات حسرت آیات

صوفی باصفا، فنافی اللہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوریؒ☆

جانب فردوس دیں کا قدرداں جاتا رہا ۞ چھوڑ کر دنیا کو سوئے ایزداں جاتا رہا
اہل دنیا اور دنیا سے تعلق توڑ کر ۞ یک بیک وہ بن کے رب کا میہماں جاتا رہا
رہبر اہل طریقت، مقتدائے سالکیں ۞ آہ کہ سرخیل بزم عارفاں جاتا رہا
جس سے بیعت کا تعلق جوڑ کر سب تھے مگن ۞ وہ فنائے ذات حق سوئے جناں جاتا رہا
وہ رحیمی خانقاہ نیک کا تھا منتظم ۞ تھا رحیمی گلستاں کا باغباں جاتا رہا
رائے پوری میکدے کا ساقی دانا تھا وہ ۞ میکشوں کو دے کے علمی ارمغاں جاتا رہا
تشنہ لب کو، جو لئے آتے رہے سچی طلب ۞ ان کو دیتاتھا شراب ارغواں جاتا رہا
ان کی بزم ذکر میں آتے رہے ہیں ذاکرین ۞ جو رہا ہے رہبر پیروجواں جاتا رہا
بجھ گیا دنیائے دوں کا آہ روحانی چراغ ۞ دے کے وہ آفاق کو اٹھتا دھواں جاتا رہا
وہ مظاہر کے چمن کا فاضل ممتاز تھا ۞ اور تھا جوپھول زیب گلستاں جاتا رہا
حضرت عبدالرحیم رائے پوری کی تھا یاد ۞ اور تھا وہ یادگار رفتگاں جاتا رہا
عبدقادر رائے پوری کی حسیں تصویر تھا ۞ اور وہ ان کارہا سرنہاں جاتا رہا
خانقاہ رائے پوری کا رہا سرتاج وہ ۞ اور تھا سرخیل بزم عارفاں جاتا رہا
آستانے پر رہا کرتارہا ہردم ہجوم ۞ دیکھتا تھا جو ہجوم عاشقاں جاتا رہا
ذکر حق، یاد خدا میں رہتا تھا ڈوبا ہوا ۞ تھا درود و نعت میں رطب اللساں جاتا رہا
منکسر، اہل تواضع، نیک دل، سادہ مزاج ۞ وہ رہا ہے رشک بزم قدسیاں جاتا رہا
متقی اہل صفا تھا، خوش ادا وخوش چلن ۞ تھا تصوف کا چراغ ضوفشاں جاتا رہا
وہ شہ روحانیت تھا، علم وفن کا تاجدار ۞ تھا شریعت کا وہ سچا ترجماں جاتا رہا
دے گیا داغ جدائی ، دے گیا غم کا پہاڑ ۞ معرفت کا ایک بحر بے کراں جاتا رہا
رب سے تھا سچا تعلق ، مخلصانہ تھا عمل ۞ اہل حق کا تھا امیر کارواں جاتا رہا
ہر طرف آنسوں رواں ہیں، ہر طرف چیخ وپکار ۞ چارجانب کرکے وہ غم کا سماں جاتا رہا
ہرکوئی صید الم ہے ، ہر کوئی ہے اشکبار ۞ سب کو کرکے آج وہ گریہ کناں جاتا رہا
ہوگئے ہیں پتلۂ غم دیکھئے بھائی شفیق ۞ آنسوؤں کا دیکھئے وہ بحر رواں جاتا رہا
جانشین محترم ان کے ہوئے حاجی عتیق ۞ چھوڑ کر ان کو خلیفہ حق بیاں جاتا رہا
شیخ کے دونوں چہیتے اور تھے نور نظر ۞ دونوں کو اپنا بناکر راز داں جاتا رہا
گردش دوراں جسے ہرگز مٹا سکتی نہیں ۞ دے کے انمٹ اپنا وہ نام ونشاں جاتا رہا
رائے پوری سرزمیں میں ہوگیا مدفون وہ ۞ رب سے وہ لینے حیات جاوداں جاتا رہا
ان کی میت پراٹڈ آیا تھا لاکھوں کا ہجوم ۞ چھوڑ کر دنیا کو وہ جنت مکاں جاتا رہا
کہہ رہے ہیں سب ولی وہ تھا خدا کا شیفتہ ۞ سینۂ گیتی سے سوئے آسماں جاتا رہا

☆**پیشکش** : مولانا ولی اللہ بستوی استاذ مظاہرعلوم وقف سہارنپور

احساس جدائی

آہ! رخصت ہوگئے شاہ عبدالقیوم رائے پوریؒ

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

لاڈلا رب کا نبی کا شیفتہ جاتا رہا ❁ ہند سے لوگو! رئیس اولیاء جاتا رہا

وطن اور خاندان:

مفتی شاہ عبدالقیوم صاحب کا وطن مالوف رائے پور مردم خیز شخصیت ساز بستی ہے، آپ کے پردادا اور جدامجد جناب راؤ محمد فوج دار صاحب ہیں، جن کو اللہ تعالی نے چار فرزند ارجمند عطا فرمائے تھے، ملا عبدالعزیز صاحب، عبدالرحمٰن صاحب، عبدالحبیب صاحب اور عبدالکریم صاحب، عبدالرحمٰن صاحب کے زیادہ حالات تو دستیاب نہیں ہوسکے، البتہ اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ اچھی اور رحم دل طبیعت کے انسان تھے، عبدالحبیب صاحب شادی کے بعد گھر سے کسی ناراضگی کی وجہ سے چلے گئے تھے پھر لوٹ کر نہیں آئے۔

ملا عبدالعزیز صاحب کو اللہ تعالی نے ایک نیک صالح فرزند عنایت فرمایا تھا، جس کا نام حافظ عبدالرشید تھا، حافظ عبدالرشید صاحب کو اللہ تعالی نے بالترتیب چار بیٹے عنایت فرمائے، حافظ احمد سعید، مسعود احمد، مقبول احمد، اور محبوب احمد، خدا کی قدرت دیکھئے کہ حافظ احمد سعید صاحب کو بھی اللہ تعالی نے چار بیٹے عنایت فرمائے:

(۱) شفیق احمد (۲) عتیق احمد (۳) لئیق احمد (۴) غیور احمد۔

اول الذکر تینوں حضرات مفتی عبدالقیوم صاحب کے داماد ہیں۔

ملا عبدالعزیز صاحب رسول نما بزرگ تھے، حضرت ملاجی فنافی اللہ اور فنافی الرسول کے اس مرتبہ پر فائز تھے کہ وہ جس کو چاہتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیتے تھے، یہ سب اللہ تعالی کے فضل اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب جیسے شیخ کی صحبت اور توجہ کا اثر تھا۔

راؤ عبدالکریم صاحب کو مبدأ فیاض سے ایک بیٹا عنایت کیا گیا جس کا نام حافظ محمد ایوب ہے (والد مفتی عبدالقیوم صاحب) حافظ ہونے کے بعد تقریباً ۵/سال تک منوگنج دہرہ دون میں امام رہے، اس کے بعد ایک سال تک جامع مسجد دھامہ والا دہرہ دون میں امامت کے فرائض انجام دئے، پھر کچھ دن کے لئے پلٹن بازار کی جامع مسجد کے امام ہوئے، اس کے بعد نیا نگر دہرہ دون کی جامع مسجد میں ۴۵/سال تک امامت فرمائی، آپ انتہائی بے نفس اور ہر دل عزیز تھے، آج بھی دہرہ دون میں ان کی بزرگی وشرافت اور پاکدامنی وعفت کے چرچے گشت کرتے رہتے ہیں۔

جناب حافظ محمد ایوب صاحب کی تمنا اور آرزو تھی کہ ان کے گلشن وچمن میں کوئی ایسا پھول کھلے جس کی مہک وخوشبو سے پورا گھرانہ بلکہ پورا معاشرہ معطر ہوجائے، چنانچہ آپ نے نیک وصالح بچے کی دعا کی، اللہ رب العزت نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ۲۳/سال کی عمر میں یکم جنوری ۱۹۳۳ء کو اللہ تعالی نے آپ کو فرزند عطا فرمایا، بزرگوں کے مشورہ سے اس خوش خصال بچہ کا نام عبدالقیوم رکھا گیا، ماں اور باپ کی سخت نگرانی وتربیت میں بچپنا اور طفولیت کا زمانہ گزرا، جب شعور کی منزل میں قدم رکھا تو قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی توجہ آپ پر منعطف رہی، اور ولی کامل جناب حافظ عبدالرشید صاحب کی خصوصی نگرانی اور مربیانہ شفقتیں سایہ فگن رہیں۔

تعلیم:

جب کچھ شعور بیدار ہوا اور آپ کی عمر ۵/سال ہوچکی تو ۱۹۳۷ء میں مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور میں نورانی قاعدہ سے آپ کی بسم اللہ کا آغاز ہوا، مدرسہ فیض ہدایت رحیمی میں قاعدہ

نورانی پڑھ کر چند پارے بھی آپ نے پڑھ لئے، پھر آپ اپنے والد بزرگوار کے پاس دہرہ دون چلے گئے، آپ کے والد صاحب اس وقت نیانگر کی جامع مسجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے، یہاں والد صاحب کے پاس قرآن کریم ناظرہ اور چند پارے حفظ کئے، اس کے بعد آپ نے مدرسہ حفظ القرآن نوگانواں میں داخلہ لیا اور حافظ نور حسن صاحب سے قرآن پاک حفظ مکمل کیا، اسکے بعد جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں داخلہ لیا اور تین سال تک عالمیت کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، آپکے اساتذہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اصغر صاحب، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ہیں (جو بعد میں مدرسہ خادم العلوم باغونوالی کے مہتمم رہے ہیں) اس کے بعد مدرسہ سبحانیہ دہلی میں آپ نے داخلہ لیا اور یہاں تین سال تک آپ نے مختلف اساتذۂ فن سے تعلیم وتربیت حاصل کی، آپکے مخصوص اساتذہ میں مولانا عبدالسبحان صاحب، والد بزرگوار مولوی عبدالمنان صاحب خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری بھی رہے، پھر آپ نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، اور یہاں اپنے دور کے ماہرین تعلیم جناب حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ وغیرہ سے عالمیت اور افتاء کی تعلیم کی تکمیل فرمائی، مظاہر علوم سے ١٣٧٣ھ مطابق ١٩٥٦ء میں آپ نے تعلیم سے فراغت حاصل کی، اساتذہ کرام کی توجہ وعنایت اور محنت شاقہ کے سبب اعلی اور امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ مفتی عبدالقیوم صاحب کو ''حضرت رائے پوری'' کے لقب سے پکارتے تھے اور فرماتے تھے حضرت رائے پوری چلو عبارت پڑھو، حضرت رائے پوری تم بھی کچھ سناؤ، حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کا بیان ہے کہ بندہ جب یہ الفاظ سنتا تو شرم سے پانی پانی ہوجاتا، مگر صحیح ہے کہ

قلندر ہر چہ گوید درست گوید

حضرت شیخ کی یہ بات مقبول عنداللہ ہوئی، پھر زمانہ کی آنکھوں نے یہ بھی دیکھا کہ خانقاہ رحیمی کی اس عظیم مسند پر حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب متمکن وجلوہ آراء ہوئے اور حضرت کا وہ مشفقانہ اور محبانہ انداز تخاطب ومزاحیہ بات ایک حقیقت بن کر سامنے آئی۔

تزوج اور اولاد:

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کا خاندان علمی وروحانی اور دینی واسلامی تھا، آپ کے والد بزرگوار جناب حافظ محمد ایوب صاحب نے آپ کے نکاح کے لئے گڑھ سلیم پور ضلع ہری دوار کے ایک دیندار گھرانہ میں الحاج صدیق احمد صاحب کی بیٹی کا انتخاب کیا، آپ کے خسر صاحب اور خوشدامن صاحبہ دیندار، صوم وصلاۃ کے پابند اور تہجد گزار تھے، الحاج صدیق احمد صاحب کی بیٹی سے نہایت سادگی اور اسلامی شریعت کے مطابق نکاح کردیا، آپ کے حرم میں رہ کر انہوں نے اپنے شوہر کی خدمت گزاری اور حقوق کی ادائیگی کا پورا پورا خیال رکھا، اللہ تعالی نے ان کے بطن سے آپ کو تین پاکباز وصالحات بچیاں عطا فرمائیں، ان تینوں کا نکاح آپ نے حافظ سعید احمد ولد جناب حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری (خلیفہ وخادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری) کے بیٹوں سے کردیا، بڑی بیٹی ڈاکٹر شفیق احمد صاحب کی زوجیت میں ہیں اور ان سے چھوٹی بیٹی جناب عتیق احمد صاحب سے منسوب ہیں، جو مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی وخانقاہ کے ناظم ومتولی اور جانشین مفتی عبدالقیوم بھی ہیں، آپ کے تیسرے داماد جناب لئیق احمد صاحب ہیں، حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے، یہی تین بیٹیاں آپ کی باقیات الصالحات ہیں، البتہ آپ کی علمی وروحانی اولاد ایک کثیر تعداد میں موجود ہے، جس کا سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا، انشاء اللہ۔

وفات رفیقہ حیات:

آپ کی وفا شعار وحیادار بیوی ٦/اپریل ٢٠٠٥ء کو اس دار فانی سے عالم آخرت کی طرف پہنچ گئی، اللہ تعالی ان کی مغفرت فرما کر جنت

الفردوس میں اعلی مقام عنایت فرمائے۔آمین

درس وتدریس :

مدرسہ مظاہر علوم سے فراغت کے بعد آپ کے شیخ ومربی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے آپ کو بحیثیت مدرس مدرسہ خادم العلوم باغونوالی ضلع مظفرنگر بھیج دیا، یکم نومبر ۱۹۵۸ء کو ۳۵؍روپیہ ماہانہ حق الخدمت پر آپ کا تقرر ہوگیا۔

مدرسہ خادم العلوم میں آپ کا تقرر چونکہ اہم اور ممتاز وسینئر استاد کی حیثیت سے ہوا تھا اور واسطہ بھی حضرت شیخ الحدیث کی بھاری بھرکم شخصیت تھی ، یہاں آپ کو امتیازی شان سے رکھنے اور ہر طرح کی سہولیات بہم پہنچانے کو ذمہ داران اپنا اخلاقی فریضہ اور عین ذمہ داری سمجھ رہے تھے ، اسی جذبہ کے تحت ان حضرات نے آپ کی علیحدہ رہائش کا انتظام کیا، حضرت مفتی صاحب کو مستقل کمرہ اور علیحدہ قیام گاہ کی جب پیشکش کی گئی تو آپ نے برملا انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں خود کو فرشتہ نہیں سمجھتا، شیطان اور اس سے بڑا دشمن نفس میرے پہلو میں موجود ہے، حضرت مفتی صاحب نے ذمہ داران سے فرمایا کہ میرے لئے ایسے کمرہ کا انتخاب کیا جائے جس میں ایک دو حضرات اور بھی رہتے ہوں، چنانچہ آپ کے ساتھ منشی نعمت اللہ صاحب رہے، مدرسہ خادم العلوم باغونوالی میں آپ نے قدوری، نورالایضاح، کنزالدقائق، شرح وقایہ، علم الصیغہ اور کافیہ وغیرہ کتابیں پڑھائیں، حضرت مفتی صاحب کا سبق انتہائی درجہ مقبول تھا، مدرسہ خادم العلوم کی زندگی میں آپ نے اپنی مفوضہ امور کی ذمہ داری کو انتہائی تیقظ وبیداری سے انجام دیا، اور کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب نہ صرف مدرسہ کے مہتمم تھے بلکہ آپ کے جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کے زمانہ طالب علمی کے استاد بھی تھے، البتہ ذمہ دار کی اطاعت جس کی حدیث میں ترغیب دلائی گئی ہے اور پھر استاد کا ادب واحترام ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھ کر آپ سے کبھی کوئی ایسا عمل سرزد نہیں ہوا، جس پر انگشت نمائی یا حرف گیری کی جاسکے، یا اس سے حضرت کی دل آزاری ہوئی ہو، یا کسی کو کوئی تکلیف پہنچی ہو، چونکہ آپ کی قابلیت اپنی جگہ مسلم تھی، جس کے پیش نظر مجلس شوریٰ کے اراکین نے حضرت مہتمم صاحب سے آپ کی تنخواہ پانچ روپیہ زیادہ کردی تھی، استاد کے احترام وعظمت واکرام وتقدس کا خیال رکھتے ہوئے آپ اس فیصلہ سے پانی پانی ہوگئے ، اتنی تنخواہ لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اسے اپنے استاد کی شان میں توہین وگستاخی سمجھتا ہوں، میری تنخواہ آپ سے کم کی جائے ، اراکین شوری نے آپ کی تنخواہ کم کرنے کے بجائے حضرت مہتمم صاحب کی تنخواہ میں بھی اضافہ کردیا ، اس طرح آپ نے اپنے استاد اور مدرسہ کے مہتمم کی عظمت ورفعت کو آنچ نہ آنے دی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کا منصوری میں رمضان المبارک گزارنا :

حضرت مفتی صاحب کے والد صاحب کی خواہش وتمنا تھی کہ میرا بیٹا علماء وصلحاء وصاحب نسبت بزرگوں کی صحبت وتربیت میں رہے، چنانچہ جب بھی آپ کو موقع ملتا کبھی رائے پور، کبھی تھانہ بھون، اور کبھی سہارنپور صلحاء امت کی پرانوار مجالس میں بیٹے کو لیکر حاضر ہوجاتے، فراغت کے دو سال بعد ۱۹۵۸ء کا واقعہ ہے اس وقت آپ مدرسہ خادم العلوم باغونوالی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے، سالانہ امتحان کی تعطیل کے بعد رائے پور گھر آئے اور حسب عادت مجلس میں شرکت کے لئے خانقاہ میں بھی حاضر ہوگئے ، اس وقت عارف ربانی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب خانقاہ رائے پور کے مسند نشین تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کا پروگرام یہ رمضان منصوری گزارنے کا تھا، جب مفتی عبدالقیوم صاحب نے حضرت سے ملاقات کی تو حضرت نے فرمایا عبدالقیوم ہمارے ساتھ منصوری چلو، وہیں تراویح میں کلام پاک سنا دینا، آپ نے خوف زدہ لہجہ میں اس طرح جواب دیا کہ اس میں انکار کا پہلو غالب تھا، گھر آکر والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا، اسی وقت والد صاحب بیٹے عبدالقیوم کو ساتھ لیکر خانقاہ

میں حاضر ہوئے اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب سے بچہ کی اس اہم پیشکش پر بے توجہی کی معافی چاہتے ہوئے عرض کیا کہ یہ آپ کا ہی بچہ ہے، آپ ہی خدمت میں رہے گا، اور رمضان المبارک کا یہ مقدس مہینہ منصوری میں آپ ہی کے زیر سایہ گزارے گا، چنانچہ رمضان المبارک کے لئے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی ، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمودالحسن صاحب گنگوہی اور حافظ تاج الدین صاحب منصوری کیلئے روانہ ہوگئے، یہ کاروان صدق وصفا ، جب منصوری پہنچا تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنا یہ فیصلہ سنایا کہ قرآن پاک عبدالقیوم صاحب سنائیں گے، اور علی میاں اور مفتی محمودالحسن صاحب سامع کی حیثیت سے ان کا قرآن پاک سنیں گے، مفتی عبدالقیوم صاحب کا بیان ہے کہ حضرت کا یہ فیصلہ سنتے ہی میرا چہرہ فق ہوگیا، حضرت شاہ صاحب نے میرے چہرہ پر یہ آثار دیکھ کر فرمایا کوئی بات نہیں، اللہ تعالی مدد فرمائیں گے ، حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نے بیان فرمایا کہ ہم تینوں یعنی مولانا سید ابوالحسن صاحب ، مفتی محمودالحسن صاحب گنگوہی اور مجھ ناکارہ عبدالقیوم رائے پوری کو علیحدہ علیحدہ حجروں میں رکھا گیا تھا، تراویح سے فراغت کے بعد ہم تینوں حضرات اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے تھے، اس رمضان میں میرا معمول پوری پوری رات نفلوں میں قرآن پاک پڑھنے کا تھا، رمضان کی تین چار راتیں گزری ہوں گی کہ مجھے کسی کے رونے اور کراہنے کی آواز آئی، میں سمجھا کہ ہوسکتا ہے کہ پڑوس میں کوئی بیمار ہو مگر کئی رات تک اس طرح کا ماجرا پیش آتا رہا، ایک رات میں کمرہ سے باہر نکلا ، دیکھا تو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی کے کمرہ سے آہ وبکا کی آواز آرہی ہے، میں نے دروازہ کے سوراخ سے دیکھا تو حضرت اپنے پروردگار کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے رو رہے ہیں، مفتی عبدالقیوم صاحب بیان کرتے ہیں پھر میں نے سوچا کہ مفتی محمودالحسن صاحب کو بھی دیکھوں، میں نے ان کے کمرے میں جاکر دیکھا تو وہ قرآن کریم کی تلاوت کررہے ہیں، اور آنسو بارش کے قطروں کی طرح رخسار اور ڈاڑھی پر گررہے ہیں۔

رمضان المبارک کے بعد حضرت مفتی صاحب پھر مدرسہ خادم العلوم باغونوالی میں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے، آپ کی درسی شہرۂ آفاقی نے مدرسہ مظاہرعلوم کے ذمہ داران کو مجبور کیا کہ مدرسہ مظاہرعلوم کے اس سپوت اور گل سرسبد کو مظاہرعلوم سے وابستہ کیا جائے، حضرت شیخ الحدیث کے ایماء اور مشورہ سے حضرت مولانا محمد وقارعلی صاحب بجنوری جو آپ کے درسی ساتھی تھے اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری دونوں آپ کو باغونوالی سے مظاہرعلوم لانے میں انتہائی درجہ کوشاں تھے، ۲۱/دسمبر ۱۹۶۲ء کو مفتی عبدالقیوم صاحب رخصت لیکر گھر آئے حضرت مولانا وقارعلی صاحب نے مدرسہ خادم العلوم کے ذمہ داران کو بمشکل اس پر آمادہ کیا کہ مفتی عبدالقیوم صاحب کو مدرسہ مظاہرعلوم کو دیدیا جائے ، مدرسہ خادم العلوم کے ذمہ داران نے حضرت شیخ الحدیث کے مشورہ کو قبول کرلیا، اس طرح سے ملت کا یہ قیمتی سرمایہ مدرسہ مظاہرعلوم منتقل ہوگیا، یکم رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۲ء کو پچاس روپیہ ماہوار پر مدرسہ مظاہرعلوم میں آپ کا تقرر کرلیا گیا، یہاں آپ کے ہمدرس ساتھی بھی تھے اور عالی مقام اساتذہ بھی ، یہ تمام آپ کی صلاحیت وقابلیت اور لیاقت کے معترف تھے، مدرسہ خادم العلوم باغونوالی کی معلمانہ زندگی اور مقبول وکامیاب تدریسی خدمات اور نیک نامی کی شہرت کے پیش نظر مقامات حریری، ہدایہ اولین اور جلالین شریف جیسی اہم کتابیں آپ کے سپرد کردی گئیں، درس کے ساتھ آپ کی انتظامی صلاحیت کی بناپر ذمہ داران مدرسہ مظاہرعلوم نے احاطہ مدرسہ مظاہرعلوم جدید کی نگرانی کا بارگراں بھی آپ پر ڈالدیا، جسے آپ نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا، احاطہ مظاہرعلوم جدید کی نظامت کے ساتھ دارالطلبہ جدید کی مسجد کی امامت بھی ایک زمانہ تک آپ کے سپرد رہی ،آپ نے ہر ذمہ داری کو انتہائی چاق وچوبند رہ کر نہایت تندہی وچابک دستی سے انجام

دیا، فتوی نویسی میں بھی آپ یدطولی رکھتے تھے، ذمہ داران مدرسہ مظاہرعلوم نے فتوی نویسی بھی آپ کے سپرد کردی تھی، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفرحسین صاحب کو آپ کی ذات اور آپ کی فتوی نویسی پر بڑا اعتماد تھا۔

بیعت وخلافت:

حضرت مولانا شاہ عبدالقیوم صاحب نے جوحضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے انتہائی محبوب ترین اور منظور نظر اور بچپن سے آپ کی مکمل توجہات وعنایات اور تمناؤں کا مرکز ومحور تھے آپ سے بیعت کی، اس سے پہلے حافظ عبدالرشید صاحب سے بیعت وخلافت حاصل کر چکے تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے مفتی عبدالقیوم صاحب کی باطنی ترقیات اور روحانی کمالات دیکھ کر آپ کو بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا، حضرت مولانا مفتی شاہ عبدالقیوم صاحب کو خانقاہ کا جانشین بنانے کے لئے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنی قیام گاہ بہٹ ہاؤس سہارنپور میں صریح اور واضح الفاظ میں فرمایا تھا کہ تم خانقاہ رحیمیہ میں گڑے رہنا، پڑے رہنا، اور اس کے چکر کاٹتے رہنا، لوگ تمہارے چکر کاٹا کریں گے۔

مظاہر علوم کا قضیہ نامرضیہ:

عارف باللہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری نے مدرسہ مظاہرعلوم کے تدریسی دور میں تقریباً ۲۲ رسال تک اپنی عظیم وجلیل اور بے پناہ نمایاں خدمات کا نذرانہ پیش کرکے خراج تحسین حاصل کیا، اسے حالات کی ستم ظریفی کہیے یا فیصلہ خداوندی کہ اس گلشن علم وحکمت کو نہ معلوم کس کی نظر بد لگی کہ ۱۹۸۴ء میں اس مدرسہ مظاہرعلوم کو سرمایہ حیات ومقصد زندگی سمجھنے والے اور اس سے بے پناہ محبت رکھنے والے اور اسے ہر فتنہ سے محفوظ رکھنے والے دو گرہوں میں تقسیم ہوکر باہم متصادم ودست گریباں نظر آنے لگے، اس اختلاف سے مدرسہ مظاہرعلوم کی پوری فضا اور یہاں کا ماحول اس قدر مکدر وآلودہ ہو چکا تھا کہ سلیم الفطرت اور صحیح ایمانی حلاوت رکھنے والے انسان کے لئے یہاں رہنا اور زندگی گزارنا دوبھر ہوگیا تھا، ان حالات میں حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب یہاں کے علمی ماحول اور قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں کو یاد کرکے خون کے آنسو بہا رہے تھے، اس ماحول سے آپ اس قدر کبیدہ خاطر ہوگئے تھے کہ ہر صبح وشام یہاں سے اپنا بوریہ بستر لپیٹنے کو تیار بیٹھے رہتے تھے، حضرت مفتی مظفرحسین صاحب سے بے پناہ عقیدت ومحبت اور آپ کے اکرام واحترام میں اس کا اظہار نہ فرماتے، اگرچہ آپ نے جب حالات کشیدہ ہو چکے تھے، اسی وقت استعفیٰ دیدیا تھا جسے منظور نہیں کیا گیا تھا، بالآخر حالات وماحول کی ستم ظریفی اور باہم مداہنت وآبروریزی کی گرم بازاری سے کبیدہ خاطر ہوکر حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نے حضرت مفتی مظفرحسین سے اپنی علیحدگی کے بارے میں فرمایا کہ حضرت کچھ لوگ آپ کی موافقت میں اور کچھ لوگ مخالفت میں بولتے رہتے ہیں اور غیبت وچغلی کا بازار ہمہ وقت گرم رہتا ہے، گو ہم زبان سے کچھ نہ کہیں لیکن کانوں سے سننے پر مجبور ہیں، اس لئے استعفیٰ قبول فرماکر مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیجائے، حضرت مفتی مظفرحسین صاحب کو بڑا قلق ہوا، آپ نے ہر طرح سے مفتی عبدالقیوم صاحب کو روکنے کی کوشش کی، چنانچہ اس وقت کے ناظم مالیات اور مظاہرعلوم کے اہم رکن حضرت مولانا عبدالمالک صاحب حضرت مفتی مظفرحسین صاحب کے مشورے سے حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری کو لیکر حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کے پاس پہنچے، حضرت سنسارپوری نے فرمایا مولانا عبدالمالک صاحب مجھے سفارشی بنا کر لائے ہیں کہ آپ مدرسہ مظاہرعلوم نہ چھوڑیں، میں ان کی محبت میں سفارشی بن کر تو آ گیا ہوں مگر میری دیرینہ خواہش اور دلی تڑپ یہ ہے کہ آپ خانقاہ رائے پور کو آباد رکھیں، چنانچہ مفتی عبدالقیوم صاحب نے خود کو مدرسہ مظاہرعلوم کے لئے آمادہ نہ پاکر ۲۸ رشعبان ۱۴۰۵ھ کو اپنے مادرعلمی اور جہاں برسوں تک آپ نے علم وحکمت کے دریا بہائے تھے، اسے بادل ناخواستہ الوداع کہہ کر رائے پور تشریف لے آئے، یوں تو آپ کی تحویل

وسرپرستی میں مظاہر علوم کے زمانہ تدریس ہی میں مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور عوام وخواص، صلحاء وعلماء کے مشورہ سے ۱۹۷۶ء میں ہی دیدیا گیا تھا، جیسا کہ حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا مرحوم نے اسی کا اظہار کیا جو رجسٹر معائنہ جات میں تحریر ہے، اور اس پر اپنی بے پناہ مسرت کا بھی اظہار فرمایا، مظاہر علوم میں رہتے ہوئے بھی ہر پنجشنبہ کو جب گھر آتے تو خانقاہ میں ہی زیادہ وقت گزارتے تھے، چونکہ بہت سے اکابر علماء کرام اور بزرگان ملت کی توجہ کا آپ مرکز بنے ہوئے تھے اور خانقاہ کی ویرانی کو دیکھ کر خانقاہ سے وابستہ بہت سے علماء اور اس سے محبت رکھنے والے حضرات پہلے سے ہی اس کے خواہشمند تھے کہ کسی طرح سے مفتی عبدالقیوم صاحب یہاں جلوہ افروز ہو جائیں، سرکردہ علماء اور خانقاہ سے وابستہ لوگوں میں سب سے زیادہ کوشاں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی تھے، جب حضرت یہاں قیام فرماتے اور مفتی عبدالقیوم صاحب بھی یہاں شب گزاری کرتے، تو حضرت مولانا علی میاں ندوی ان کو رات بھر سمجھاتے کہ دیکھو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے بارہا تمہیں بشارت دی اور اشاروں کنایوں میں نہیں بلکہ واضح الفاظ میں بھی فرمایا کہ تم خانقاہ میں جمے رہنا، گڑے رہنا، اس کے گرد گھومتے رہنا، اور اسکے چکر کاٹتے رہنا، لوگ تمہارے چکر کاٹا کریں گے، یہ کلمات آپ کو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نے آخری وقت میں اپنے بہٹ ہاؤس کے قیام کے دوران فرمائے تھے، حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری، حضرت حافظ عبدالستار صاحب نانکویؒ، حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری اور ایسے ہی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری جو مستقلاً پاکستان فروکش ہو گئے تھے، جب بھی یہاں آتے آپ کی دیرینہ خواہش رہتی کہ کسی طرح مفتی عبدالقیوم صاحب خانقاہ کا انتظام سنبھال لیں، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب شروع سے ہی یہ خواہش رکھتے تھے کہ مفتی عبدالقیوم صاحب خانقاہ رحیمیہ میں زندگی گزاریں، چنانچہ فراغت کے بعد جب آپ مدرسہ خادم العلوم باغونوالی چلے گئے تو یہ بات شاہ صاحب کو ناگوار گزری، اور آپ نے ملاقات پر فرمایا عبدالقیوم! اپنے اسلاف کی میراث چھوڑ کر چند ٹکڑوں کے خاطر باغونوالی چلے گئے، رزق تو مقسوم ہے وہ یہاں بھی ملے گا، خانقاہ کی تولیت کے لئے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے خلفاء کے بیحد اصرار کے بعد آپ دو مہینہ تک استخارہ کرتے رہے، اور حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی سے برابر مشورہ کرتے رہے، حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کا بیان ہے کہ میں گنگوہ میں حضرت مفتی محمود الحسن کے مکان کے قریب کسی مسجد میں استخارہ کے بعد لیٹ گیا، کچھ خوابیدگی وغنودگی کی کیفیت پیدا ہوئی ہی تھی کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب گویا سامنے کھڑے ہوئے یہ فرما رہے ہیں کہ تم مشورے ہی کرتے پھرتے رہوگے، کیا اب بھی اس خانقاہ رحیمیہ کی ویرانی کے بعد تم ضرورت نہیں سمجھتے کہ یہاں اللہ کے ذکر کی مجلسیں سجاؤ اور اس خانقاہ کو آباد کرو، ہم نے تمہیں کہہ نہیں دیا تھا کہ تم خانقاہ میں گڑے رہنا، پڑے رہنا، اس کے چکر کاٹتے رہنا، مستقل استخارہ کے بعد گویا یہ ایک صدائے غیبی اور ارشاد خداوندی تھا، بزرگوں کی توجہات اور حکم ہے، اس خواب کے بعد مجھے شرح صدر اور انشرح قلبی ہو گیا۔

بہرحال حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کو خانقاہ رحیمیہ کا مسند نشین بنانے کی عوام وخواص سب ہی کی دیرینہ خواہش اور بے پناہ سعی وکوشش تھی مگر آپ انکسار نفسی اور اپنی عاجزی وفروتنی کے باعث خاموش رہ جاتے، اور کبھی یہ عرض کردیتے کہ میرے اندر کہاں اتنی قابلیت وصلاحیت ہے کہ اس بار گراں کو اٹھا سکوں۔

جمعہ کا دن ہے اور جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے علاقہ کے احباب، علماء وصلحاء طے کرکے آئے کہ آج حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب سے درخواست کی جائیگی کہ آپ خانقاہ رحیمیہ کی مسند سنبھال لیں، حضرت مفتی صاحب کو اس کا علم ہو گیا، اس لئے آپ جمعہ کی نماز ادا کرکے جلدی سے گھر آگئے، اس کے بعد باہمی مشورہ سے طے ہوا کہ گھر جاکر ہی درخواست کی جائے، چنانچہ راؤ عطاء الرحمٰن اور رائے پور کے دیگر

حضرات علماء وصلحاء اور خانقاہ سے محبت رکھنے والے افراد جو خانقاہ کی ضرورت کو اپنی ضرورت اور یہاں کے درد کو اپنا درد سمجھتے تھے، جمع ہوکر حضرت مفتی صاحب کے گھر تشریف لے گئے، آپ نے ان حضرات کے ساتھ نہایت ہی اعزاز واکرام کا معاملہ فرمایا، ان حضرات نے عقیدت مندانہ اور والہانہ انداز میں حضرت مفتی صاحب کا ہاتھ پکڑا اور حضرت کو خانقاہ میں لا بٹھایا۔

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نے یہاں خانقاہ میں اپنی بے پناہ خدمات جلیلہ اور عظیم قربانیوں کا ایسا نذرانہ پیش کیا اور عرفان ومعرفت کا ایسا چراغ ومنارہ روشن کیا جس کی ضیابار کرنوں نے مسلم معاشرہ پر اپنے گہرے اور دوررس اثرات ثبت کردئے، اور نہ معلوم کتنے بے راہ رو اور گم گشتہ انسان ہدایت ومعرفت اور فضل وکرامت سے ہم آہنگ اور وابستہ وہم رنگ نظر آنے لگے، اور آپ نے اپنی راست بازی کا خلوص وبے غرضی، پاک نفسی اور دنیا سے استغنائیت وبے نیازی اور خانقاہ کے لئے ہر طرح کی قربانی پیش کرکے قیامت تک اپنا نام روشن کردیا، اور پہلے کی طرح پتے پتے سے اللہ اللہ کی آواز آنے لگی، یہاں ہر آنیوالا یہ محسوس کرتا ہے کہ میری ہی طرف سب سے زیادہ توجہ والتفات ہے، خانقاہ کے موجودہ خادموں میں بالخصوص قاری محمد مستقیم صاحب اس کا خاص خیال رکھتے ہیں، اس بندہ خدا نے خانقاہ کے لئے اپنے کو کھپا دیا ہے، شب وروز مہمانوں کی بے لوث خدمت، مہمانوں کی مفتی صاحب سے ملاقات کرانا، ان کے لئے دعاء واستغفار، رات دن کے کسی حصہ میں آنیوالے مہمان کی خدمت، ان کے قیام وطعام کا انتظام کرتے ہیں، اسی طرح بھائی محمد جمشید صاحب جو حضرت سے بے لوث محبت رکھتے ہیں وہ بھی حضرت کی خدمت کے ساتھ مہمانوں کی خدمت میں انتہائی سرگرم رہتے ہیں، تہجد کے لئے لوگوں کو بیدار کرنا اور اذان فجر سے قبل ہی سب کو چائے پیش کردینا اور ذکر کی مجلس جو تہجد کے بعد خانقاہ کے ذکر والے کمرہ میں لگتی ہے جہاں اللہ اللہ کی ضربوں سے پوری فضا معمور اور گونج اٹھتی ہے، آپ خانقاہ کیلئے سراپا جدوجہد بنے رہتے ہیں، اسی طرح نوجوان خادم بھائی فضل الرحمٰن مہمانوں کے لئے دسترخوان لگانا، انہیں کھانا کھلانے میں پیش پیش رہنا، بستر فراہم کرنا وغیرہ امور میں انتہائی تندہی سے کام کرتے ہیں، خانقاہ کا عام معمول یہ ہے کہ آنیوالے مہمانوں کو تہجد کے وقت چائے، فجر کے بعد ناشتہ، تقریباً ۱۲ ؍بجے دوپہر کا کھانا، ظہر اور عصر کے بعد چائے ناشتہ، عشاء کی اذان کے بعد شام کا کھانا، اس فجرانہ، ظہرانہ، عصرانہ اور عشائیہ میں تمام خدام انتہائی تندہی اور سرگرمی سے اپنی مفوضہ ذمہ داری اور مہمانوں کی خاطر داری میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، خانقاہ کا خاص مزاج یہ ہے کہ سب کے لئے ایک ہی کھانا اور ایک ہی دسترخوان ہوتا ہے، یہاں استغنائیت اور توکل علی اللہ کی عدیم النظیر مثال کا ہمہ وقت مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

الحاج محمد عتیق صاحب حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کے داماد ہیں اور بیٹوں سے زیادہ حضرت کی خدمت میں ہمہ وقت مشغول رہتے ہیں، اب ناظم ومتولی خانقاہ رحیمیہ ومدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور ہیں، اور حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کے راز دار اور مخلص خادم ہیں، حضرت کے مشورہ اور حکم سے ناظم صاحب نے عمارات بنوانے میں کمال کردیا، پہلے خانقاہ دو کمروں ایک جن میں ذکر ہوتا ہے دوسرا ٹین شیڈ والا کمرہ اور اس کے برابر خش پوش عریشہ (چھپر والے حصہ) پر مشتمل تھی اور بغیر برآمدہ کی مسجد اور مسجد سے متصل دو کمرے مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی باغ رائے پور کے نام سے تعمیر کئے گئے تھے، ان میں ابتدائی درجات اور حفظ کلام اللہ تک تعلیم کا نظم کیا گیا تھا، اور اس خانقاہ سے یہ کوشش کی گئی تھی کہ تعلیم وتربیت اور تزکیہ نفس دونوں کو بحسن وخوبی انجام دیا جاسکے، حضرت مفتی صاحب کے آنے سے پہلے یہ کل کائنات تھی۔

سعی بسیار کے بعد جب حضرت مفتی صاحب کو یہاں کی نظامت وتولیت سونپی گئی اس کے بعد اس میں برابر ترقی ہوتی گئی، آپ نے مدرسہ کی مستحکم وپرشکوہ بلڈنگ ایسی پرکشش دیدہ زیب اور خوبصورت

بنوائی کہ اب یہ عمارت قلعہ نما معلوم ہوتی ہے، جو اوپر نیچے پچاس کمروں پر مشتمل ہے، اس سے متصل بائیں طرف ایک گیٹ اور اس کے اندرونی حصہ میں مزار رحیمی سے ملا ہوا ایک عالی شان مطبخ جس میں ایک بڑا گودام اور سوختہ رکھنے کیلئے مناسب وموزوں سائبان، اس گیٹ سے مزار رحیمی کے برابر والے روڈ سے ٹریکٹر ٹرالی اور سامان سے لدی بوگی وٹرک بآسانی اندر جاسکتے ہیں، اس کے ساتھ طلباء کے لئے بیت الخلائیں، غسل خانے، پانی کے ٹینگ کا ایک عمدہ نظام ہے، مدرسہ کی یہ پوری بلڈنگ فن تعمیر کی عظیم شاہکار اور آپ کے حسن ذوق اور اچھی سوچ وسلیقہ شعاری کی ترجمان ہے، اس مستحکم ومضبوط قلعہ نما بلڈنگ کے درمیان ایک دلکش وعمدہ چمن اور پارک ہے۔

مسجد کا اندرونی حصہ مسقّف تھا، نمازیوں کی کثرت کے پیش نظر مسجد کے باہر صحن کے پورے حصے کو برآمدہ کے شکل میں مسقّف کردیا گیا ہے۔

جمعہ کے دن نمازیوں کی کثرت اور اژدہام کی وجہ سے اس برآمدہ کے برابر میں طنابیں کھینچ دی جاتی ہیں اور اتنا سائبان تان دیا جاتا ہے جس میں ہزاروں آدمی بسہولت نماز ادا کرسکیں، اس کے ساتھ وضوخانہ کا ایک مستحکم نظام اور اس میں ٹھنڈے وگرم پانی کا انتظام حسن ترتیب اور سلیقہ سے ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں، کچھ فاصلے پر نمازیوں کیلئے غسل خانے، بیت الخلائیں، انکے سامنے جنریٹر روم جن میں چھوٹے بڑے چار جنریٹر ہیں، وہیں ایک کنواں اور اس میں سمرسیبل موٹر لگی ہوئی ہے، وہیں ایک عمدہ خوبصورت اور سلیقہ وقرینہ سے بنی ہوئی دفتر کی بلڈنگ ہے، جس میں بیت الخلاء اور دیگر تمام ضروریات کی چیزیں مہیا ہیں، ایک کمپیوٹر روم، محافظ خانہ، نگراں حضرات کے کمرے ہیں، دفتر کی یہ پوری عمارت آپ کی ذہنی بلند پروازی ہے اور ذوق کی منہ بولتی تصویر ہے، اس کے بعد خانقاہ کی دیدہ زیب عمارت ان میں دو کمروں سے متصل تین بڑے اور کشادہ ہال ہیں، جن میں واردین وصادرین کا قیام رہتا ہے، ان میں سے ایک ہال میں کھانا کھلایا جاتا ہے، اور کبھی زیادہ مہمانوں کی خاطر دونوں ہالوں کو بھی کھانا کھلانے کے لئے استعمال کرلیا جاتا ہے، یہ تینوں ہال اس انداز سے بنائے گئے ہیں کہ ہر ایک کے بیچ میں دروازوں وپردوں کا انتظام کردیا گیا ہے، درمیانی ہال سے ایک دروازہ اس کمرہ میں لگوایا گیا ہے، جس میں حضرت مفتی صاحب کا قیام رہتا تھا، اس کمرہ کا ایک دروازہ ذکر کرنے والے کمرہ میں کھل جاتا ہے، اس تیسرے ہال جس میں عموماً دسترخوان لگایا جاتا ہے، اس سے متصل ایک گودام ہے، جس میں بستر وغیرہ رہتے ہیں، بیچ میں ایک گیلری ہے، اس سے آگے اوپر نیچے بڑے بڑے ۱۶/ کمرے ہیں، اور ان میں ہر ایک سے متصل غسل خانے، بیت الخلاء اور اٹیچ وضوخانے ہیں، پھر ان کمروں کے متصل ایک بہت بڑا ہال ہے، جس میں سینکڑوں آدمی آرام کرسکتے ہیں، اور رمضان المبارک کے مہینہ میں ہزاروں آدمیوں کے لئے سحری وافطاری کے لئے دسترخوان بچھایا جاتا ہے، اس ہال سے تھوڑے فاصلہ پر بیت الخلائیں، غسل خانے اور وضو کرنے کے لئے سرد اور گرم پانی کا انتظام رہتا ہے، اس کے ساتھ کہیں دیواروں اور کہیں تارباڑھ سے خانقاہ کی گھیرابندی کی گئی ہے اور پرانے درخت جن میں اکثر سوکھ کر خراب ہوگئے تھے ان کو کٹوا کر از سرنو آم وغیرہ کے درختوں کا عمدہ باغ لگوایا گیا ہے، یہ سب حضرت مفتی صاحبؒ کے داماد الحاج شاہ عتیق احمد صاحب کی خدمات اور توجہات کا نتیجہ ہے۔

خانقاہ کا معمول یہ ہے کہ تہجد کے بعد فجر کی نماز تک ذکر بالجہر ہوتا ہے اور اللہ اللہ کی پیہم ضربوں سے روح کو پاکیزہ اور دل کو صیقل کیا جاتا ہے، فجر کے بعد اجتماعی طور پر یٰسین شریف پڑھی جاتی ہے، پھر اجتماعی دعا ہوتی ہے، پھر ناشتہ کے بعد ذکر میں مشغول ہوجاتے ہیں، دس بجے حضرت مفتی صاحب وجانشین مفتی صاحب کی مجلس پرانوار لگ جاتی ہے، ظہرانہ تک لوگ آپ سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں، قیلولہ اور ظہر کے بعد سے عصر تک پھر مجلس رہتی ہے، جس میں مخفی وسری ذکر ہوتا ہے، مغرب بعد پھر خانقاہ ہی میں ذکر بالجہر ہوتا ہے، خانقاہ کے

دسترخوان پر عموماً سینکڑوں حضرات رہتے ہیں، جمعہ کے دن تو یہ تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے، استغناء کا یہ حال ہے کہ مہمانوں سے پیش کش تو کیا خود ان کی پیشکش پر انتہائی بے توجہی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ الحمدللہ سب چیزیں موجود ہیں یہاں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نے مجاہدات وریاضات کے میدان میں وہ جوہر دکھلائے ہیں جو اس دور میں کم دیکھنے میں آئے ہیں۔

بے پناہ روحانی قوت:

حضرت مفتی صاحب کا حال یہ تھا کہ نینداور آرام وراحت کیا چیز ہے، کھانا پینا کسے کہتے ہیں، اس کا تصور وخیال ہی آپ کی ذات سے ختم ہوگیا تھا، آپ نے کئی سال سے مطعومات وماکولات، نان وروٹی اور چاول وچنا تو کجا، فروٹ اور میوہ جات بھی تناول نہ فرمائے، اور جس کی زندگی کا مکمل دارومدار صرف چند گھوٹ دودھ اور جوس ہو، اس کے علاوہ ۲۴ رگھنٹوں میں صرف ایک دو مرتبہ پانی یا چائے وغیرہ کا ایک آدھ کپ نوش کرلیا ہو، اور وہ بھی بغیر کسی طلب وخواہش کے اگر پیش کردیا جاتا، اس کو مفتی صاحب کی روحانی قوت اور اللہ کی محبت کے علاوہ اور کس چیز سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

عشق ووارفتگی اور استغراقیت وفنائیت:

ذکر واذکار پیہم مجاہدوں اور مسلسل عبادت وریاضت سے جب انسان کا دل صیقل وروشن ہوجاتا ہے اور روح پاکیزہ ومنور ہوجاتی ہے، اور جب وہ فیضان الٰہی اور احسان وعرفان کے اس بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے سبب دیدار الٰہی کے مزے آنے لگتے ہیں، دیکھنے والے اسے مجذوب اور دیوانہ کہنے لگتے ہیں، حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب اللہ سے عشق ومحبت میں دیوانگی اور استغراقیت وفنائیت کے مقام ومنتہی پر پہنچ گئے تھے، اب آپ کی ذات جلوہ گاہ پروردگار بنی ہوئی ہے، اس استغراق کے عالم میں حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب مورخہ ۱۳ رفروری ۲۰۱۸ء بروز منگل کو لقائے رب کیلئے اس عالم جاودانی سے عالم بقا کی طرف روانہ ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ آپ کے داماد جناب الحاج عتیق احمد صاحب نے پڑھائی، نمازیوں کی تعداد احاطہ وشمار سے باہر تھی، خانقاہ کے چاروں طرف پانچ اور سات میل تک آدمی ہی آدمی تھے، بالآخر آپ کو مسجد رحیمی سے جانب شمال جناب حافظ عبدالرشید صاحب کے سرہانے باغ میں اس گنجینۂ علم وعمل کو دفن کردیا گیا، جناب الحاج عتیق احمد صاحب جنہوں نے لمبے زمانہ تک مفتی صاحب کے ہر حکم کی تعمیل کی اور رات دن خدمت میں لگے رہے اور حضرت مفتی صاحب سے سلوک ومعرفت کے منازل طے کئے، اب انہوں نے بڑی ثابت قدمی کے ساتھ اس خانقاہ رحیمی کو آباد وشاد رکھا ہے، اللہ تعالی اس خانقاہ کو ہمیشہ آباد رکھے۔

اللّٰھم اکرم نزلہ ووسع مدخلہ وابدلہ دار آخیراً من دارہ واھلاً خیرا من اھلہ واغسلہ بماء الثلج والبرد ونقہ من الخطایا کماینقی الثوب الابیض من الدنس، اللّٰھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ، آمین یارب العالمین۔

❁❁❁❁

حمد باری تعالی

حمد تیری اے خدا رب کریم — تجھ ہی پر میرا بھروسہ اور یقین
تو ہی خالق ہے، تو ہی خلاق ہے — تو ہی رازق ہے تو ہی رزاق ہے
تیری قدرت کی نہیں ہے انتہاء — شکر تیرا کیسے ہو ہم سے ادا
یاسمیعٌ یاعلیمٌ یابصیر — یالطیفٌ یاحکیمٌ یاخبیر
اسم تیرا میرے دل کی ہے دوا — ذکر تیرا میری روح کی ہے شفا
یہ زمین وآسماں اور بحروبر — یہ ستارے اور یہ شمس وقمر
دیتے ہیں سب ذات کی تیری خبر — سب ہی جھکتے ہیں تیرے ہی نام پر
شان تیری ہے نرالی اے رب کمال — ذات سب سے عالی اے ذوالجلال
دل وجان کرتا ہوں میں تجھ پر نثار — تو ہی ہے، مقصود تو ہی پالنہار
مکر سے ابلیس کے یارب چھڑا — اور میرے نفس سے مجھ کو بچا
ہاتھ اٹھا کر مانگتا ہے یہ خلیل — انکے صدقہ سے جو ہیں تیرے حبیب

خلیل صدیقی ابن حافظ ابراہیم صدیقی اوٹاوا، کناڈا

خصائل

دُنیامیں رہتے ہوئے جنت کا مزہ لینے والی ایک گرانقدر شخصیت

مولانا عبدالواجد ندوی استاد جامعہ اشرف العلوم رشیدی، گنگوہ

اللہ تعالیٰ اپنے دین متین کی صیانت وحفاظت تا قیام قیامت فرماتے رہیں گے، جہاں صیانت وحفاظت کے اور بہت سے طریقے ہیں، وہیں ایک طریقہ حضرات علماء، صلحاء، اتقیاء، ابرار، عارفین کاملین کا وجود بھی ہے، چہار دانگ عالم میں جس جگہ بھی اللہ جل جلالہ اس کی ضرورت محسوس فرماتے ہیں وہیں ایسی برگزیدہ شخصیات کو عدم سے وجود بخش دیتے ہیں، انہی اتقیا، ابرار اور عارفین میں سے وقت کا عارف باللہ، سنت نبویہ مطہرہ کے لباس سے ہم آہنگ، ہر وقت اللہ کے ذکر سے زبان تر وتازہ رکھنے والا، گویا اللہ پاک کی یاد میں ہمہ وقت غرق رہنے والا، جو یکم جنوری ۱۹۳۳ء میں بزرگوں کی سرزمین رائے پور آنکھیں کھولتا ہے، کسی کو کیا معلوم تھا کہ یہ بچہ جو حافظ محمد ایوبؒ کے دامن میں آیا ہے، کچھ ہی دنوں بعد عالم اسلام کے ایک بڑے طبقہ اور علاقہ کو اپنی تواضع، عاجزی اور انکساری اور منکسر المزاجی کے نرم اور شیریں گفتگو اور اخلاق حمیدہ فاضلہ کے باعث اپنی توجہ کا مرکز بنانے والا ہے، اور کسی کو کیا معلوم تھا کہ اس مرد قلندر اور فانی فی اللہ وعاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں شرکت کرنے والے ہجوم میں اس دن رائے پور بستی انسانیت سے لبالب ہو جائے گی: ''ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ'' جو عند اللہ مقبولیت کی علامت ہے، یہ مقبولیت اور محبوبیت اللہ کی جانب سے اس کے خاص بندوں کو حاصل ہوتی ہے، یہ مقبولیت اللہ تعالیٰ کی جانب سے روئے زمین پر ڈالدی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اللہ کے بندے اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں، جیسا کہ احادیث مبارکہ سے بالکل صاف اور واضح ہے۔

اس کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہوتا ہے کہ کون کیا کرے گا اور کون کس مرتبہ کا انسان بنے گا، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ بچپن ہی سے ایک نیک صفت اور نیک طبیعت سادہ لوح اور ولی صفت انسان تھے، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے خمیر میں تواضع، عاجزی، انکساری، ملنساری، سچائی، عفت و پاکدامنی، خوش خلقی، گوشہ نشینی، علم وحکمت سے وابستگی اور دوستوں کے ساتھ انتہائی شفقت کے ساتھ ملنا، جیسی صفات حمیدہ پیدا فرمائی تھی۔

راقم الحروف سے مولانا قاری عبیدالرحمٰن صاحب قاسمی مدظلہ العالی صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک مذاکرہ کے دوران بتایا کہ والد ماجد حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ جب سہارنپور تشریف لے جاتے تھے، تو آپؒ کے شہر سہارنپور میں تین ٹھکانے ہوا کرتے تھے:

(۱) اگر دوپہر کے وقت جاتے تو مدرسہ مظاہر علوم وقف میں حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کے یہاں قیام فرماتے تھے۔

(۲) اگر مدرسہ کے لئے لکڑی خریدنی مقصود ہوتی تو ریلوے لائن کی مسجد میں اپنے دوست کے پاس قیام فرماتے، چنانچہ پھر وہ ان کو لکڑی فراہم کیا کرتے تھے۔

(۳) اور اگر کسی اور وقت تشریف لے جاتے تو تھوڑی دیر مفسر قرآن حضرت مولانا بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مدرس مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے پاس قیام کا ارادہ رکھتے (قاری عبید الرحمٰن صاحب نے بھی مظاہر علوم میں پڑھنے کے دوران آں مرحوم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے)۔

اس سے حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ اور

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ کے مابین تعلق کا اندازہ ہوتا ہے، یہ حضرات ہمہ وقت خوف خدا سے ہم آہنگ رہتے تھے، نیز اپنے احباب واصدقاء کا بھی خوب خیال فرماتے تھے، اور آپس میں بے لوث و بے غرض اللہ کے لئے محبت رکھتے تھے، حضرت رائے پوریؒ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ، حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ، حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالمالک صاحبؒ سابق ناظم مالیات مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یہ تمام حضرات ایک دُوسرے سے بے حد محبت فرماتے تھے، نیز ایک دُوسرے کے ذاتی معاملات میں بھی خوب خیال فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ سفر حج سے لوٹ رہے تھے تو وہاں ان کو کسی صاحب نے گیس سلنڈر ہدیہ کر دیا، حضرت اس کو لیکر سہارنپور تشریف لائے، اور حضرت مولانا عبدالمالک صاحبؒ سے فرمایا کہ حضرت اس کو بھر وا دیجئے تو حضرت نے اپنے بڑے صاحبزادے محمد اقبال سلمہ اللہ کے حوالہ کیا، غرضیکہ اس طرح کی محبت ان حضرات اولیاء باصفا کے درمیان موجود تھی کہ ایک دُوسرے کے ساتھ بالکل بے تکلفی کے ساتھ رہتے تھے، گویا کہ تمام اُمور ومعاملات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے، اور آیات وروایات کو اپنے اذھان میں ہروقت مستحضر فرماتے تھے۔

ان حضرات کی اس آپسی مؤدت ومحبت پر بہت سی احادیثِ مبارکہ بہت عمدہ انداز میں دلالت کررہی ہیں جن میں سے چند فائدہ کے پیش نظر تحریر کی جارہی ہیں: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں بہت سے بندے ایسے ہوں گے جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید ہوں گے، لیکن قیامت کے دن انبیاء اور شہداء بھی اُنکے مرتبہ کی وجہ سے (جو اللہ کے نزدیک ہے) ان پر رشک کریں گے، حضرات صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ! کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دُوسرے سے قرآن کریم کی وجہ سے محبت کریں گے'' ان کی آپس کی یہ محبت نہ آپس کی رشتہ داریوں کی وجہ سے ہوگی اور نہ اموال کے لین دین کی وجہ سے (یہ محبت صرف اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بنیاد پر ہوگی) اللہ کی قسم ان کے چہرے منور ہوں گے اور وہ نور پر بیٹھیں ہوں گے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَـآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ'' تلاوت فرمائی۔ (رواہ ابوداؤد وکمافی المشکوۃ صفحہ ۴۲۶)

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ اولیاء اللہ کے بارے میں جو یہ فرمایا ہے کہ ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے، اس سے قیامت کے دن بے خوف اور اطمینان ہونا مراد ہے، لہٰذا یہ اشکال دُور ہوجاتا ہے کہ بعض مرتبہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو خوف لاحق ہوا اور بعض احوال میں غمگین ہوئے، اسی طرح بہت سے اولیاء اللہ پر بعض حالات میں خوف اور حزن یعنی غم طاری ہوا کیونکہ یہ دُنیاوی احوال ہیں، آخرت میں یہ حضرات خوف وحزن سے محفوظ ہوں گے، یہ جو فرمایا کہ حضرات انبیاء اور شہداء بھی ان کا مرتبہ دیکھ کر ان پر رشک کریں گے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرات انبیاء اور شہداء خوف زدہ اور غمگین ہوں گے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اُمتوں کے مسائل حل کرنے، ان کے بارے میں گواہی دینے اور ان کی سفارشیں کرنے میں مشغول ہوں گے، حضرات شہداء کرام بھی سفارش میں لگے ہوں گے اور دُوسرے اولیاء اللہ بے فکر و بے غم ہوں گے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ رشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات ان لوگوں کی تعریف کریں گے، جنہوں نے اللہ کیلئے آپس میں محبت کی ہوگی۔

نیز آپسی بھائی چارے ومحبت اور پیار کے متعلق رحمت عالم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت خوب رہبری فرمائی، ارشاد نبویؐ ہے: ''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاتَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَاتُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا، اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْئٍ اِذَافَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ''۔ (رواہ مسلم، کتاب الایمان)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک تم مؤمن نہ ہو اور تم مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتلادوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو باہم محبت کرنے لگو، آپس میں سلام کو عام کرو۔

اہل ایمان کے درمیان محبت درحقیقت ایمان کی علامت ہے، ایمان کامل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور جو اس محبت میں شریک ہیں اور جو اس سلسلہ میں جڑے ہوئے ہیں، ان کے درمیان باہم مؤدت اور محبت کا تعلق قائم ہونا ایک فطری امر ہے اور اسکی نشوونما کے لئے اور اسکو ابھارنے اور تقویت دینے کے لئے باہم ایک دُوسرے کو کثرت سے سلام کرنا، ہر شخص کو سلام کرو "عَـرَفْـتَ اَمْ لَمْ تَعْرِف" پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ (طریق السالکین رجلد ر اول صفحہ ۵۵۵)

ایک دُوسرے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس میں محبت کرنیوالوں کے اجر کی بابت ارشاد فرمایا حدیث قدسی ہے کہ "بروز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے، آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ عطا کروں گا، جبکہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا"۔ (رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائیں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کا باہمی تعلق میری وجہ سے تھا، میری اطاعت کے لئے تھا اور میری عظمت و جلال کے باعث تھا، آج میں انکو اپنے سایہ میں لیتا ہوں یعنی میں نے انہیں اپنے دامان رحمت میں لے لیا، اسی لئے حضرات اولیاء اللہ سے بغض وعداوت اور دُشمنی نہیں رکھنی چاہئے، کیونکہ ان سے دشمنی اور حسد وکینہ بہت خطرناک ہے، اس لئے کہ ان کی جانب سے دفاع کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لیا ہے: حدیث قدسی ہے: "مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیًّافَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ" جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے، دوسری حدیث میں ہے: "اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ" "تو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچ، ایسا کرنے سے دُوسروں سے بڑھ کر عبادت گزار ہو جائے گا" غرض ان حضرات کی نظر ان تمام آیات وروایات پر تھی، جس کی وجہ سے یہ لوگ آپس میں ایک دُوسرے سے اللہ کے لئے محبت بھی کرتے تھے اور اپنے اندر خوف خدا بھی رکھتے تھے۔

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نوراللہ مرقدہ بہت بڑے ذاکر وشاغل انسان تھے، انکی زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے معمور رہتی تھی، گویا اس حدیث پاک پر پورا عمل تھا کہ ہر وقت زبان ذکر اللہ سے تروتازہ رہے، اگر آں موصوف کے متعلق یوں کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا، کہ وہ اس دارِفانی میں رہتے ہوئے جنت کا مزہ لے رہے تھے، ایک مرتبہ راقم الحروف حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی گنگوہی نقشبندی، محدث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے ہمراہ خانقاہ رائے پور جانا ہوا، تو حضرت مرحومؒ سے بھی ملاقات ہوئی، تو ہم لوگوں نے جو مشاہدہ کیا وہ پیش خدمت ہے: آں موصوف لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور زبان ذکر الٰہی میں مشغول تھی، اس طرح کہ زبان نیچے کی جانب سے تالو کے اُوپر لگ رہی تھی، کبھی زور سے اور کبھی ہلکے انداز میں اللہ! اللہ! کہہ رہے تھے، تو اس حالت کو دیکھ کر حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ "موصوف دُنیا میں رہتے ہوئے جنت کا مزہ لے رہے ہیں" واضح رہے کہ خانقاہ رائے پور کا خانقاہ رشیدیہ گنگوہ سے بڑا گہرا تعلق رہا ہے، یہ سلسلہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیمؒ سے لیکر آں موصوف تک پہنچا، نیز آپؒ کے بعد بھی پہنچتا رہے گا، آپ اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے درمیان گویا دو واسطے ہوئے، ایک حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ اور دُوسرے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ۔

موصوف ومرحومؒ جب مظاہر علوم کے تدریسی مشاغل سے رائے پور منتقل ہوئے تو رائے پور جا کر علم وحکمت کے دریا بہانے لگے اور عوام وخواص کے خشک وبنجر دلوں کو ذکر وفکر سے معمور کرنے لگے، جس سے آپکی مقبولیت میں بے حد وحساب اضافہ ہونے لگا: ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۴۱ پر﴾

نقوش حیات

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوریؒ
حیات اور شخصیت

مولانا محمد بدرِعالم ندوی نواسہ مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوریؒ

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ خانقاہ رائے پور کی ایک عظیم ترین شخصیت تھی، آپ موجودہ دور کے ایک بہت بڑے ولی، عارف اور بزرگ تھے، آپ سے بہت بڑی تعداد میں ہر مذہب، مسلک، علاقے، برادری، نسل اور خاندان کے لوگوں نے فیض اور فائدہ اٹھایا، آپ سے مسلمان اور غیر مسلم سبھی لوگ عقیدت ومحبت کا تعلق رکھتے تھے اور آپ کو پوری امت اپنا ایک قیمتی جوہر اور سرمایہ سمجھتی تھی، آپ کے ذریعہ سے رائے پور کا نام ایک بار پھر ساری دنیا میں روشن ہوا، رائے پور کو پوری دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور خانقاہ رائے پور کو ساری دنیا میں نئے سرے سے ایک پہچان حاصل ہوئی۔

پیدائش اور بچپن:

آپ کی پیدائش یکم رجنوری ۱۹۳۳ء میں ہوئی، آپ اپنے باپ کی اکلوتی اولاد تھے، آپ کے بچپن کا ابتدائی زمانہ ماں کی شفقت اور باپ کی تربیت میں گزرا، آپ کو بچپن ہی میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، اپنے چچا حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحبؒ اور اپنے والد حافظ محمد ایوب رحمہم اللہ جیسے نیک، پاکباز، بلند کردار، خدا سے ڈرنے والے اور اپنے وقت کے عظیم بزرگانِ دین کی صحبت حاصل رہی، اس کی وجہ سے آپ کا بچپن ایک دینی ماحول میں گزرا اور آپ بچپن ہی سے نیک صالح، بااخلاق، سمجھدار، بلند کردار اور بہت ساری خوبیوں کے حامل تھے۔

وطن اور خاندان:

آپ کا وطن رائے پور تھا جو صوبہ اتر پردیش کے ضلع سہارن پور کی ایک قدیم بستی ہے، رائے پور دوآبہ ''گنگا وجمنا'' کے درمیان واقع ہے، یہ بستی ایک مدت دراز سے دینی، فکری، علمی، روحانی، اخلاقی اور عرفانی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے اور اس کی گود میں عظیم ترین شخصیات پیدا ہوتی اور پھلتی پھولتی رہی ہیں، جن کے ذریعہ اس بستی کو ساری دنیا میں ایک امتیازی مقام حاصل ہوا، خانقاہ رائے پور جو روحانیت ونورانیت اور اصلاح وہدایت کا ایک مرکز رہا ہے، وہ بھی اسی بستی میں موجود تھا، حضرت مفتی صاحب کے خاندان نے بھی اسی بستی کے روحانی ماحول میں نشو نما پائی، آپ جس خاندان کے چشم و چراغ تھے، وہ رائے پور کا ایک معزز اور متوسط درجے کا گھرانا تھا جہاں سے آپ کو ایک نہایت شاندار دینی اور اخلاقی تربیت حاصل ہوئی اور جس کے ذریعہ آگے چل کر آپ کی شخصیت کی تعمیر اور تشکیل ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

آپ کی تعلیم کی ابتداء ۱۹۳۷ء میں مدرسہ فیضِ ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور میں ہوئی، اسکے بعد آپ کے والد حافظ محمد ایوب صاحب آپ کو اپنے ساتھ دہرہ دون لے گئے جہاں وہ مسجد کی امامت کیا کرتے تھے، یہاں آپ نے اپنے والد سے قرآن کریم ناظرہ پڑھا اور کچھ پارے حفظ کئے، اس کے بعد آپکے والد نے آپ کو مدرسہ حفظ القرآن نوگانواں میں داخل کر دیا، جہاں آپ نے حافظ نور الحسن صاحب سے قرآن پاک حفظ کیا، قرآن حفظ کرنے کے بعد آپ نے جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں داخلہ لیا اور یہاں عالمیت کورس کے تین سال مکمل کئے، اس کے بعد آپ نے مدرسہ سبحانیہ دہلی میں داخلہ لیا اور یہاں بھی عالمیت کے اگلے تین سال کی پڑھائی مکمل کی، اس کے بعد آپ نے اسلامی دنیا کی مشہور ترین دینی درسگاہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور یہاں سے ۱۹۵۶ء میں عالمیت کی تعلیم مکمل کی، یہاں آپ اپنی درسگاہ میں اول نمبر سے کامیاب ہوئے، جس پر مدرسہ کی طرف سے آپ کو انعام دیا گیا، عالمیت کی پڑھائی پوری کرنے کے بعد آپ نے شعبہ افتاء میں داخلہ لیا اور مولانا

سعید احمد اجراڑوی کی صحبت ونگرانی میں افتاء کی تعلیم مکمل کی،اس طرح اپنے وقت کے ماہرین فن اساتذہ سے پڑھ کر اپنی تعلیم کا مرحلہ مکمل کیا۔

درس و تدریس:

مظاہر علوم سے فراغت کے بعد آپ پانچ سال تک مدرسہ خادم العلوم باغوں والی میں درس وتدریس میں مشغول رہے، یہاں آپ نے کامل احتیاط، پاکدامنی، مکمل خلوص اور محنت وایمانداری کے ساتھ کام کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں مدرسہ کے طلباء، اساتذہ اور ذمہ داران کو اپنا گرویدہ بنالیا،آپ کی ان صفات اور خوبیوں کا چرچہ لوگوں میں پھیلتا رہا اور وہاں بھی علاقے کے لوگ آپکے پاس آنے جانے لگے اور آپ سے فیض اٹھانے لگے،۱۹۶۲ء میں آپ مظاہر علوم کے استاذ مقرر ہوئے اور یہاں آپ نے تقریباً ۲۳؍سال تک اہم ترین اور بڑی کتابیں پڑھائی، آپ نے یہاں دارالافتاء میں بھی کام کیا اور آپکے قلم سے بے شمار فتوے تحریر میں آئے، آپ کو فتوی دینے میں خاص مہارت حاصل تھی۔

خانقاہ رائے پور کی سر پرستی:

۱۹۷۶ء میں آپ کو مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور کی ذمہ داری سونپی گئی، یہ جگہ ایک طویل عرصہ سے تقریباً غیر آباد پڑی ہوئی تھی، آپ اسی دن سے مظاہر علوم میں استاذ ہونے کے ساتھ خانقاہ رائے پور کی بھی سر پرستی فرماتے رہے،اس کے بعد ۱۹۸۵ء میں آپ مظاہر علوم سے الگ ہوکر خانقاہ رائے پور میں تشریف لائے اور مستقل طور پر یہاں قیام اختیار کرلیا، خانقاہ رائے پور میں آپ کی نگرانی اور تولیت میں مدرسے اور خانقاہ میں بڑے پیمانے پر کام ہوا،اس دوران آپ کے داماد حضرت الحاج عتیق احمد صاحب رائے پوری پہلے ہی دن سے آپ کے مشوروں اور رہنمائی میں مدرسہ اور خانقاہ کی عملی طور پر خدمت کرتے رہے، خانقاہ رائے پور میں آپ کی آمد اور وجود سے اور آپ کی سر پرستی میں حضرت عتیق احمد صاحب کی عملی کوششوں سے یہ غیر آباد اور بے رونق جگہ ایک بار پھر پہلے کی طرح آباد ہوگئی، ملک اور بیرون ملک کے لوگ بڑی تعداد میں خانقاہ رائے پور آنے لگے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہونے لگے،اس طرح آپ کی شخصیت کے ذریعہ خانقاہ رائے پور کو ایک بار پھر دنیا بھر میں وہی پہچان حاصل ہوئی جو مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے دور میں حاصل تھی اور دوبارہ یہ جگہ ساری دنیا کے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئی، آپ یہاں رہ کر بہت سارے دوسرے مدارس اور مکاتب کی سر پرستی بھی فرماتے رہے، انہیں اپنی قیمتی مشورے اور دعائیں بھی دیتے رہے اور لوگوں کے درمیان اصلاحی، تربیتی اور دعوتی سفر بھی کرتے رہے۔

صفات و خصوصیات:

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کی شخصیت بے شمار صفات، خصوصیات اور خوبیوں سے بھری ہوئی تھی، اللہ نے اس معاملہ میں آپ کو بہت زیادہ نوازا تھا، آپ کی شخصیت کے بے شمار پہلو ایسے ہیں جو ہمارے لئے ایک دینی، ایمانی، بامقصد، روشن اور کامیاب زندگی گزارنے کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

شریعت وطریقت کی جامعیت:

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ اسلام کا ایک کامل مجسم نمونہ تھے، آپ کی زندگی اسلامی زندگی سے عبارت تھی، آپ کا ظاہر اور باطن عین سنت وشریعت کے مطابق تھا، آپ شریعت وطریقت دونوں کی جامع شخصیت تھے، آپ کو علم فقہ میں مکمل مہارت حاصل تھی اور آپ ایک عرصۂ دراز تک برصغیر کی مشہور اور عظیم دینی درسگاہ مظاہر علوم، سہارنپور میں علم فقہ کے مطالعہ اور تدریس اور فتوی نویسی میں مشغول رہے، اس کے ساتھ آپ کو سلوک وتصوف میں بھی کامل بصیرت حاصل تھی اور آپ نے اپنی زندگی کے آخری تینتیس ۳۳؍سال خانقاہ رائے پور میں مستقل قیام کرکے لوگوں کی دینی اور روحانی تربیت اور اصلاح وہدایت میں مشغول رہ کر گزارے۔

معرفتِ خدا:

آپ موجودہ دور میں اس زمین پر اللہ کی ایک نشانی تھے، آپ کی

ہستی سے لوگوں کو اللہ کی اور اللہ کی طرف لے جانے والے راستوں کی نشان دہی حاصل ہوتی تھی، کتنے لوگ جو اللہ سے دور اور بھٹکے ہوئے تھے، وہ آپ کے ذریعے سے اللہ کے قریب آئے، کتنے بے دین لوگ آپ کی زندگی دیکھ کر دین دار بن گئے، کتنے بے ایمان افراد کو آپ کی ذات کے ذریعے سے ایمان نصیب ہوا، کتنے گناہ گار افراد نے آپ کی زندگی سے متاثر ہو کر گناہوں سے توبہ کی اور اپنی زندگی کا رخ تبدیل کیا، غرضیکہ آپ اللہ کے ایک بڑے عارف تھے اور بے شمار لوگوں کو آپ کی ذات سے اللہ کا عرفان اور پہچان حاصل ہوئی۔

تعلق مع اللہ:

آپ کامل طور پر اللہ کے عارف، اللہ کے ولی اور اللہ کے دوست تھے، آپ کی پوری زندگی مکمل طور پر دین پر قائم تھی، آپ نے پوری زندگی صرف اپنے اللہ سے تعلق اور واسطہ رکھا اور اسی کی یاد میں اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارا، آپ نے اپنے دل میں صرف اپنے رب کو جگہ دی اور اس کے علاوہ کسی چیز سے دل نہیں لگایا، آپ کی پوری زندگی اللہ کے احکام اور سنت و شریعت کے مطابق گزری، اپنی زندگی کے آخری سالوں میں جب آپ کوئی بات چیت اور گفتگو نہیں کرتے تھے، اس وقت بھی آپ کی زبان پر صرف اللہ کا نام اور اس کا ذکر جاری رہتا تھا، آپ انتہائی محبت بھرے انداز میں اپنے اللہ کا نام لے کر اس کا ذکر کرتے رہتے تھے، آپ کا اپنے خالق و مالک سے تعلق اتنا مضبوط اور قلبی لگاؤ اتنا زیادہ تھا کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے کو بھی اللہ کی یاد آجایا کرتی تھی، اس کی زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہو جاتا تھا اور اسے تعلق مع اللہ کی فکر لاحق ہو جاتی تھی۔

پیدائشی ولی:

آپ نے بچپن ہی سے اپنی ساری زندگی اللہ کی یاد، اس کے ذکر، اس کے احکام کی پیروی، اس کے رسول کی سنتوں کی اتباع اور اس کے دین کا کام کرتے ہوئے گزاری، آپ کے اندر بچپن ہی سے نیکی، شرافت، تقوی، خوف خدا اور خلوص وللّٰہیت موجود تھی، آپ بچپن ہی سے بڑے نیک صالح، متقی، عبادت گزار اور پرہیز گار تھے، آپ کی زندگی اتنی پاک اور صاف تھی کہ آپ نے پوری زندگی اپنی ذات سے کبھی کسی کو کوئی تکلیف اور نقصان نہیں پہنچایا، آپ کے قریبی اور دور کے لوگوں میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں تھا جس کو آپ کی ذات سے کبھی کوئی شکایت رہی ہو، آپ کے ہم عمر یا قریبی عمر کے جن لوگوں نے آپ کو بچپن سے دیکھا ہے، ان کا کہنا واقعی بالکل درست ہے کہ آپ ''پیدائشی ولی'' تھے۔

عاجزی اور تواضع:

تواضع اور عاجزی وانکساری گویا کہ آپ کی اصل پہچان اور آپ کی ذات کا سب سے غالب عنصر تھا، آپ بے انتہاء متواضع طبیعت کے حامل تھے، تواضع آپ کی پوری شخصیت اور ہر ہر ادا سے ظاہر ہوتی تھی، آپ نے اپنے وجود اور شخصیت کو گویا بالکل فنا کر دیا تھا، آپ کی زبان سے کبھی اپنے لئے تعریفی کلمات نہیں سنے گئے، آپ نے کبھی اپنے لئے کوئی خادم نہیں رکھا، آپ کبھی کسی شخص کو کسی کام کا کوئی حکم نہیں کرتے تھے اور اپنا ہر کام خود کرتے تھے، آپ کبھی کسی کی کوئی برائی اور شکایت نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کی برائی اور شکایت کو سنتے تھے، یہ تواضع ہی تھی جس کی وجہ سے آپ نے اپنی ہستی کو ہمیشہ چھپا کر رکھا۔

نورانیت و روحانیت:

آپ کی مجلس میں بیٹھ کر جو نورانیت اور جو روحانیت محسوس ہوتی تھی، وہ میں نے اپنی زندگی میں کہیں اور نہیں دیکھی، آپ کے پاس بیٹھ کر بے چین روحوں کو بھی سکون اور دلی اطمینان حاصل ہو جاتا تھا، سخت ترین دل والے بھی آپ کی مجلس میں بیٹھ کر پسیج جاتے تھے اور ان کی آنکھوں میں آنسو اتر آتے تھے، میں نے بارہا دیکھا ہے کہ لوگ آپ کی مجلس میں خاموش بیٹھے ہوتے تھے مگر بہت سوں کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے، اس کا تجربہ صرف مجھے ہی نہیں بلکہ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے اکثر لوگوں کو ہوتا رہتا تھا اور بہت سارے لوگ اس کیفیت کو بیان کرتے رہتے تھے، یہ اس نور و ایمان اور روحانیت کے اثر کی وجہ سے ہوتا تھا جو اللہ نے آپ کی ذات کے اندر رکھا تھا، آپ کی مجالس میں شریک

ہونے والے ان مجالس کو کبھی فراموش نہیں کریں گے۔

جاذبیت و کشش:

آپ کی شخصیت میں اتنی زیادہ جاذبیت، کشش اور دلکشی تھی کہ ملنے والوں کا دل نہیں بھرتا تھا، ایک مرتبہ جو شخص آپ سے مل لیا کرتا تھا، وہ آپ سے دوبارہ ملاقات کرنے کی تمنا اپنے دل میں رکھتا تھا، آپ کا مزاج بہت نرم اور مشفقانہ اور آپ کا اندازِ گفتگو بہت میٹھا تھا، آپ اپنے سے ملنے والے ہر چھوٹے اور بڑے کا اور خانقاہ رائے پور میں آنے والے مہمانوں کا اکرام واحترام کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے نکال کر ان کو کھانا کھلاتے تھے، یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے اور آپ سے اپنی ملاقات کے واقعات بیان کرتے اور سناتے رہتے تھے۔

مقبولیت و محبوبیت:

آپ کو اللہ تعالی نے لوگوں کے درمیان جو مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی، اس کی کوئی دوسری مثال موجودہ دور میں بہت کم نظر آتی ہے، آپ سے ملاقات اور فیض یابی کے لئے ہر دن بہت بڑی تعداد میں لوگ پورے ہندوستان سے سفر کر کے خانقاہ رائے پور میں آتے تھے، آپ کی شخصیت کی طرف لوگوں کا جو رجوع ہوا اور آپ کی ذات سے جتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے دینی، روحانی اور عرفانی فیض حاصل کیا، اس کی مثال بہت کم ملتی ہے، کم سے کم موجودہ وقت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں، اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ ۱۳/فروری ۲۰۱۸ء کو الوداع کہنے اور آپ کے آخری سفر میں شامل ہونے اور آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے کیلئے اتنی بڑی تعداد میں لوگ خانقاہ رائے پور پہنچے تھے کہ ماضی قریب میں بھی اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی، ہر طرف لوگوں کا سیلاب بہتا ہوا نظر آتا تھا، غالب گمان اور اندازہ کے مطابق اسلام کی ساڑھے چودہ سو سال کی تاریخ کے چند بڑے جنازوں میں سے ایک تھا، یہ اس محبت وعقیدت کا ایک مظہر تھا جو اللہ نے اپنے تعلق کی نسبت سے لوگوں کے دلوں میں آپ کے لئے بھر دی تھی۔ ❁

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۳۷/کا﴾

اور اللہ تعالی کی طرف سے اس عاشق زار کی مقبولیت بین العوام والخواص ڈال دی گئی، جب کہ اس دوران بیماری سے بھی دوچار ہوئے، اس حقیقت سے کوئی بھی فرد بشر انکار نہیں کرسکتا کہ یہ دُنیا جس میں ہم آنکھیں کھولے ہوئے ہیں، یہ امتحان گاہ ہے، سیر وتفریح، تماشہ گاہ، آرام گاہ اور ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے، ہماری حالت پر افسوس ہے کہ ہم نے اس کو مقصد کی چیز بنا لیا ہے، مقصدِ زندگی حقیقت میں اللہ کی بندگی ہے، اس کی یاد میں لگنا ہے، ہم میں سے کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جو اس دنیا میں نہ آزمایا جا رہا ہو، یہ بات الگ ہے کہ حالات کی آزمائشیں مختلف الانواع والاقسام ہوا کرتی ہیں، کسی کو خوب نعمتیں اور مال ودولت دیکر آزمایا جاتا ہے، کسی کو خوب ترقی دیکر، کسی کو خوب خوشیاں دیکر، کسی کو غموں کی آندھیوں میں الجھا کر، کسی کو خوب اچھی صحت دیکر، کسی کو بیماری میں مبتلا کر کے آزمایا جاتا ہے، خلاصہ آخر موت اور فنا ہے، بقاء صرف اور صرف اللہ کی ذات کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں، لیکن اولیاء اللہ اور ان لوگوں کی جو ذکر وفکر اور انابت اللہ کی کیفیت سے معمور ہوتے ہیں ان کو ایسی کیفیت حاصل ہوا کرتی ہے کہ موت ان کے جسم پر تو آتی ہے، لیکن دل پر نہیں آتی جیسا کہ شاعر نے اسکا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا ہے: ع

موت سمجھے ہے ناداں اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

گویا دنیا سے جانے کے بعد ایک دائمی اور لازوال زندگی میسر ہو جاتی ہے، اللہ پاک ہمیں اپنی اور اپنے نبی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحبت یافتہ، اللہ رب العزت کی جانب سے رضامندی کا پروانہ حاصل کرنے والے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تمام اولیاء اللہ کے نقش قدم پر صحیح طریقہ سے چلنے کی توفیق دائمی عطا فرمائے! آمین!!!

❁❁❁

حقائق

مفتی عبدالقیوم صاحبؒ اور خانقاہ رائے پور

مولانا سلیم احمد قاسمی رئیس فیض الرشید او ماہی کوٹہ، سہارنپور

خانقاہ رحیمیہ رائے پور جو شروع ہی سے اصلاح وتربیت اور رشد و ہدایت کا عظیم مرکز رہی ہے، ہزاروں بندگان خدا کو یہاں سے کمال ایمان اور یقین واذعان کی کیفیات حاصل ہوئی ہیں، اور سنت وشریعت سے وابستگی کی دولت بیداد کا حظ وافر عطا ہوا ہے، جس پر زمانہ اور تاریخ شاہد عدل ہے۔

یہاں چونکہ ہمہ وقت اور ہر دن ہزاروں لوگوں کی آمد ورفت رہتی ہے اور اپنی اصلاح وتربیت کے لیے اور اپنی پریشانیوں سے خلاصی کے لیے یہاں کی مجالس میں حاضری اور دعاء کے لیے یہاں خلق کثیر اور بندگان خاص کا جو بے پناہ رجوع ورجحان پایا جاتا ہے، وہ کسی سے پوشیدہ ومخفی نہیں، اس طرح کی گرویدگی اور رجوع کی مثالیں کہیں خال خال ہی نظر آتی ہوں گی، ان آنے والوں اور حاضرین وصادرین کو یہاں روحانی و عرفانی غذا بھی فراہم کی جاتی ہے، ان کے سامنے اصلاح وتربیت کی باتیں بھی بیان کی جاتی ہیں، عارفانہ مضامین بھی پڑھے جاتے ہیں، اور انہیں ذکر کی مجالس میں بھی بٹھایا جاتا ہے اور ان سے ذکر بھی کرایا جاتا ہے، جو تقرب الٰہی کا اہم ذریعہ ہے، یہ سلسلہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ بانی خانقاہ کے دور سے آج تک الحمد للہ بڑے اہتمام اور نظم و انصرام سے جاری ہے، اس وقت عوام الناس کے ساتھ اخص الخواص حضرات، اساطین امت، علمائے ملت بالخصوص دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے بڑے بڑے اساتذہ واکابر بھی یہاں تشریف فرما ہوتے اور اصلاح نفس، معرفت وعرفان، تزکیہ واحسان کی باتیں کرتے، اس کی تفصیل سوانح شاہ عبدالرحیم صاحب اور راقم سطور کی کتاب ''دبستان معرفت کے ایک گوہر شب چراغ''، میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے بعد آپ ہی کے تربیت یافتہ خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی مسند نشینی کے دور میں ذکر وفکر کی مجلسوں کے رنگ میں اور نکھار پیدا ہوا، اور اسے بڑا ہی عروج وشیوع حاصل ہوا، اور اس وقت ملت کا عظیم سرمایہ اور اہم شخصیات کا یہاں اجتماع ہونے لگا، وہ منظر کیسا پُر کیف ہوگا جب یہاں عالم اسلام کی عظیم ہستی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ جیسی عبقری ویگانہ روزگار ہستیاں اکتساب فیض کرتیں، اس خانقاہ میں پہلو بہ پہلو جلوہ افروز نظر آتیں، پھر یہ سلسلہ اسی عروج وتابانی کے ساتھ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے دور میں بھی جاری رہا اور اس وقت بھی دیکھا گیا کہ لوگ جوق در جوق یہاں حاضر ہوکر اپنے نفس کا تزکیہ، قلب کا تصفیہ اور باطن کی اصلاح کرتے رہے، پھر آپ کے پاکستان ہجرت کرجانے کے بعد تکوینی نظام کے تحت قدرت نے اپنی حکمت بالغہ سے اس خانقاہ کی مسند نشینی کے لیے عارف باللہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کا انتخاب فرمایا، جو حقیقت میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب ہی کے تربیت یافتہ تھے، آپ کے دور میں تو جیسی مرکزیت ومرجعیت اس خانقاہ کو حاصل ہوئی، مشکل ہی سے اس کی کوئی مثال مل سکتی ہے؛ بلکہ خادم کی نظر میں تو یہ منقطع النظیر مثال ہے، جن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے، یقیناً وہ اس کے اقرار واعتراف پر خود کو مجبور پائیں گے۔

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ چونکہ کئی برسوں سے کافی علیل تھے، یا یوں کہہ لیجئے فنا فی اللہ اور استغراقی کیفیت کا آپ پر غلبہ تھا اور انتہائی ضعف ونقاہت اور عمر کی طوالت کی وجہ سے آپ کو کافی دنوں سے چراغ

سحری سمجھا جا رہا تھا، اس لیے علمائے امت اور دردمندانِ ملت کی ایک کثیر تعداد اور قابل قدر و اصحاب نسبت اور ارباب بصیرت وفراست حضرات نے حضرت الحاج عتیق احمد ناظم ومتولی خانقاہ رحیمیہ رائے پور سے درخواست کی کہ آپ آنے والوں کو اصلاح وتربیت کی کچھ باتیں بتادیا کریں، یوں بھی ایک زمانہ سے جب سے حضرت پر استغراقی کیفیت کا غلبہ ہوا، اس وقت سے یہاں آنے والوں اور واردین و صادرین کی نگرانی اور روحانی و مادی میزبانی کے فرائض آپ ہی انجام دیتے آرہے ہیں، اور انتہائی نظم وضبط اور قرینہ وسلیقہ سے تمام موروثی اعمال واشغال جو اس خانقاہ کا امتیاز تھا وہ تمام بحسن وخوبی انجام دیئے جاتے رہے اور حضرت ناظم صاحب کو اس پورے ماحول اور آنے والوں سے مناسبت ہوگئی تھی اور کام کے انداز کا تجربہ ہوگیا تھا، اب جبکہ حضرت مفتی صاحب نحیف ونزار اور لاغر وکمزور بھی اتنے ہوگئے تھے کہ بیٹھنے کی سکت بھی باقی نہیں رہی تھی، بمشکل تمام چند لمحات کے لیے آپ کو بٹھا کر آپ کی زیارت کرائی جاتی، اس صورت حال کے پیش نظر یہ جانتے ہوئے کہ یہاں سے کامل مناسبت حضرت الحاج عتیق احمد صاحب ہی رکھتے ہیں، آپ ایک زمانہ سے یہاں ہمہ جہتی خدمات انجام دے رہے ہیں، حضرت مفتی صاحب کے تربیت یافتہ بھی ہیں اور حقیقی وارث وامین بھی، پھر کئی کئی نسبتیں بھی رکھتے ہیں، امام التصوف حضرت مولانا شاہ قمر الزماں صاحب سے آپ کو خلافت و اجازت حاصل ہے، اسی طرح حضرت مولانا عبداللہ صاحب مغیثی سے بھی آپ کو اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے، ان عالی نسبتوں کا حامل ہونے اور یہاں سے گہری مناسبت رکھنے کی وجہ سے بہت سے علماء واتقیاء اور دردمندان ملت نے آپ کو اس منصب کے قبول کرنے پر مجبور کیا، آپ کے انکار پر بزرگوں کا اصرار غالب رہا، بالآخر بغیر کسی خواہش وکوشش اور بلا کسی طلب ومنصوبہ سازی کے قدرت کے تکوینی نظام کے تحت ہی آپ کو یہ منصب تفویض ہوا ہے، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ فیصلے آسمانوں میں ہوتے ہیں اور انہی آسمانی فیصلوں کے مطابق زمین پر ان کا ظہور ہوتا ہے، چنانچہ علمائے امت کا یہ فیصلہ اور اس پر ہزاروں لوگوں کی تائید و حمایت کو فیصلۂ خداوندی کے علاوہ کس چیز سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ اگر ظاہری اعتبار سے بھی غور کیا جائے تو یقیناً جانشینی کا استحقاق آپ ہی کو تھا کیونکہ حضرت مفتی صاحب سے آپ کی بے پناہ قربت وتعلق اور خدمت کا دائرہ بہت عمیق و وسیع اور مدت مدید پر محیط ہے، اسی طرح اگر خانقاہ اور اس کے تحت مدرسہ کے نظم ونسق اور تعمیر وترقی پر بھی نظر ڈالی جائے تو وہ حیرت انگیز بھی ہے اور قابل رشک بھی، اسے آپ کی مجاہدانہ کوششوں، فکری بلندیوں اور خلوص وللّٰہیت کا ثمرہ ونتیجہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ واردین وصادرین اور ذاکرین وشاغلین کے لیے دینی و اصلاحی ماحول اور ذکر وفکر کی گرم جوشی کے ساتھ مادی سہولیات بہم پہنچانے میں آپ اور آپ کا عملہ ہمہ وقت سرگرم وتازہ دم نظر آتا ہے، اور خانقاہوں کا جو مقصد ہے اس سے یہاں سرموانحراف نہیں پایا جاتا، یہاں کے حسن انتظام اور خوش سلیقگی پر آنے والے تہنیت وتبریک کے کلمات پیش کرتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ جب سے آپ کے کندھوں پر نظامت وتولیت کا بار آیا ہے آپ نے خانقاہ کے انتظام و انصرام اور نظم وضبط اور تعمیر وترقی میں جو چار چاند لگائے، وہ کسی سے پوشیدہ ومخفی نہیں اور جو تعصب وتعنت سے پاک سنجیدہ رائے اور پیشانی کی آنکھ رکھتا ہے وہ یقیناً اس کا اقرار واعتراف کرے گا کہ نظام اصلاح وتربیت اور آنے والوں کی ہرضرورت وخدمت کو احسن طریقہ پر یہاں انجام دیا جاتا ہے، کبھی کوئی خامی یا اتفاقی طور پر کوئی تقصیر ہوجاتی ہے تو انسانی اور بشری اعتبار سے اس کا ہوجانا بھی ناگزیر ہے۔

الحمدللہ آپ کیلئے یہ خوش آئند اور لائق اطمینان بات ہے کہ کسی سنجیدہ طبقہ مرکزی ادارہ اور ذمہ دار وقابل ذکر شخصیت کی طرف سے اس انتخاب پر کوئی نکیر نہیں کی گئی ہے؛ بلکہ اسے حسن قبول عطا ہوا ہے اور آپ کو مبارک بادی کے پیغامات بھی ملے ہیں جو آپ کیلئے سعادت مندی وفرخ فالی کے ساتھ اطمینان قلبی کے ضامن بھی ہیں: ع

داتا رکھے آباد ساقی ترے مے خانے کو

کوہ گراں

خدامستوں کی بزم میں

مولانا فتح محمد ندوی ڈائریکٹر یو، بی، اے، اسلامک ریسرچ سینٹر، پھلپور

نہ دیکھا کبھی میرؔ پھر وہ جمال
وہ صحبت تھی گویا کہ خواب وخیال

قطب ارشاد حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوریؒ کے وجود سے اصلاح وارشاد کی جو بزم قائم تھی وہ سونی اور ویران ہوگئی؛ بلکہ اجڑ گئی آپ کی رحلت ملت اسلامیہ ہند کیلئے ایسا شدید حادثہ ہے جس کی خلش اور تپش پوری شدت کے ساتھ امت نے اجتماعی طور پر محسوس کی اور اس شدت کے ساتھ محسوس کی کہ وہ الفاظ جواب تک مثالوں اور کنایوں تک محدود تھے کہ کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی زندگی کا آفتاب اگر مشرق میں طلوع ہوتا ہے تو مغرب میں اس کی روشنی اور نور پھیل جاتا ہے، اگر مغرب میں ہوتو اہل مشرق اس سے کسب فیض کرتے ہیں، پھر یہی صورت حال ان کی موت سے واقع ہوتی ہے کہ تمام دنیا میں ان کے حادثہ کو ایک عظیم حادثہ کی طرح محسوس کیا جاتا ہے، قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کی وفات پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ نے خواب دیکھا کہ سورج غروب ہوگیا اور پورے عالم کے اندر تاریکی چھاگئی، حسب معمول آپ نوافل سے فارغ ہوئے، اہلیہ نے پوچھا کہ آج عادت کے موافق نوافل کے بعد آپ نے آرام نہیں کیا، اور طبیعت بڑی غمگین معلوم ہوتی ہے، تو آپ نے برملا اپنی اہلیہ سے خواب کا اظہار کیا، اور غمگین لہجے میں فرمایا کہ اس کی دو تعبیر ہیں، ایک شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی مالٹا کی جیل میں ہیں، دوسرے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب بیمار ہیں، بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کا انتقال ہوگیا، لاریب حضرت مفتی عبدالقیوم رائپوری کی وفات پر ایسی ہی کیفیت دیکھی اور محسوس کی گئی۔

بزم رحیمی کے اس خوشہ چیں اور پروردہ عارف باللہ کی موت پر پورے عالم نے اس طرح ماتم کیا کہ وہ ماتم کسی ایک فرد اور خاندان کا نہیں بلکہ فضل وکمال کے ایک عہد کے خاتمہ کا ماتم تھا، محبت اور شرافت کے مجسم پیکر کا ماتم تھا، حسن اخلاق اور سیرت وکردار کے باب کے ایک خاتمہ کا ماتم تھا، اس درویش کا ماتم تھا جس کے شجرہائے سایہ دار تلے ہزارہا لوگ سکون خاطر کی تلاش میں دیوانہ وار چلے آتے تھے، اور جس کی دعائے نیم شبی سے ہزاروں لوگوں کی امیدیں برآتی تھیں: ؎

داغ ہی داغ نظر آتے ہیں
کس طرح قلب وجگر کو دیکھوں

نہ وہ محفل ہے نہ وہ پروانے
خاک اے شمع سحر کو دیکھوں

یقیناً حضرت مفتی صاحب کی موت کا یہ حادثہ ایسا نہیں جس کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا جائے کہ ''اور بھی غم ہیں زمانہ میں محبت کے سوا''، نہیں یہ غم وہ غم نہیں جس کو مذکورہ الفاظ کا سہارا لیکر بھلا دیا جائے، واقع میں یہ امت اور خصوصاً اہل ہند ابھی اس طرح کے حادثوں کی متحمل نہیں، اس کو ابھی ضرورت ہے ان بوریہ نشینوں کی، ان قلندروں کی، جن کی روح اور روحانیت سے یہ چمن آباد اور شاد ہے؛ بلکہ اس کی بقاء اور استحکام کے تمام فیصلے انہیں گدی نشینوں کے دربار سے وابستہ ہیں، ورنہ آج باطل اپنی پوری قوت کیساتھ مکروفریب کے تانے بانے بنانے میں مصروف عمل ہے، ہمارے پاس نہ وہ نظر ہے اور نہ وہ نظریہ اور نہ وہ بصیرت ہے اور نہ وہ بصارت جو اپنی فراست ایمانی سے چمن کے راز ونیاز سے واقف ہو اور چمن میں نالہ بلبل کے افسانے اور نغموں کو سمجھ سکے، دوسری طرف ہر ایک جماعت باہم دست وگریباں ہے، آپسی

اختلاف کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، اور ہر دن اس میں پوری قوت اور شدت کے ساتھ اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مستند اور معتبر علماء کرام کو سر عام رسوا کیا جا رہا ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کام میں وہ لوگ شامل ہیں، جن کی حیثیت سماج میں بس اتنی ہے کہ ان کے نام سے گھٹن سے ہوتی ہے، دوسرے الفاظ میں وہ سماج کے نام پر ایک دھبہ ہیں، بہر حال ان سنگین حالات میں ضرورت تھی کسی مسیحا کی لیکن افسوس یہ ہے کہ مسیحائی کیلئے کوئی تیار نہیں، یا اگر تیار ہے تو سب کا اتفاق نہیں، اس لئے صرف یہ خانقاہیں اور ان کے خاک نشیں ایسے تھے جہاں سب کی جبین عقیدت خم ہو جاتی ہیں، اور تمام فروعی اختلاف یہاں آ کر ختم ہو جاتے ہیں، اس پس منظر میں اور ان حالات میں بساغنیمت تھی حضرت مفتی صاحب کی شخصیت اور وجود بلکہ اللہ کی بڑی نعمت اور رحمت تھی، خصوصاً ایسے حالات میں جب بزم ایمان ویقین اور علم معرفت کی محفل سجانے اور چمنستان ہند کو بارونق بنانے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی تھی، وہ ایک ایک کر کے ہم سے جدا ہو رہی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ بادِ صبا بھی ہم سے نالہ و ناراض ہے اور بارالٰہ بھی، شاید یہ ہمارے گناہوں کی نحوست اور وبال کا سبب ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی عظمت اور محبوبیت کا راز جن اہم خصوصیات اور صفات میں تھا اور جن کے توسط سے آپ خدا مستوں کی انجمن میں شامل ہوئے وہ اتباع سنت، ذکر الٰہی، عشق رسول، تقویٰ وطہارت اور احسان وسلوک کے ساتھ ساتھ آپ کی مخلوق خدا سے محبت، ہمدردی اور خیر خواہی وغیرہ تھی اور یہ تمام عناصر آپ کی زندگی کا جزو لاینفک تھے، پھر جس شخص کے اندر یہ تمام مذکورہ خصلتیں جمع ہو جائیں تو وہ شخص فرشتوں کی انجمن میں شامل ہو جاتا ہے اور فلک پر فرشتے اس پر رشک کرتے ہیں: ؎

تھا وہ تو رشک حور بہشتی ہمیں میں میر
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنی قصور تھا

وہ لوگ جو آپ کی صحبت میں رہے، بیان کرتے ہیں کہ آپ ذکر الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہتے؛ بلکہ کبھی کبھی تو اتر کے ساتھ کئی کئی گھنٹہ آپ وجد کی حالت میں زبان کو ذکر جمالی سے مزین رکھتے اور عمر کے آخری دس سالوں میں تو یہ حال ہو گیا تھا کہ کچھ کھائے اور پئے بغیر مسلسل زبان سے ذکر جاری وساری رہتا، ایک مرتبہ میں نے اپنے استاذ حضرت مفتی نفیس احمد رائپوری سے حضرت مفتی صاحب کے حال اور جذب واستغراق کی اس کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے بتلایا کہ یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کسی بندے کی اس وقت کرتے ہیں جب اللہ اپنے بندے کے راز کو محفوظ کرنا چاہتا ہے، دراصل کچھ لوگوں کا آپ کے بارے میں یہ گمان تھا کہ آپ کو نسیان ہو گیا ہے، حالانکہ آپ کو نسیان نہیں تھا بلکہ یہ فنائیت تھی، حضرت مجدد الف ثانی کا مکتوب ہے، جان لو! جب تک وہ موت جو موت معروف کے پہلے ہے اہل اللہ اس کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں، دوسری جگہ لکھتے ہیں اور ماسوی اللہ کا دل پر نہ گزرنا ماسوی اللہ کے نسیان پر وابستہ ہے، جس کی تعبیر اس گروہ کے نزدیک فنا سے کی گئی۔ (ارشادات مجدد الف ثانیؒ)

بہر حال وحدت کی لے میں حضرت مفتی صاحب کی زبان سے یہاں کی ہر شام درخشاں اور ہر صبح پرنور تھی جو بھی عاشق زار طالب بن کر آپ کی بزم ناز میں آیا تو وہ اپنے قلب ودماغ کو افکار تازہ اور نور وہدایت کی شمع لے کر واپس ہوا، ذہن ونظر کی تشکیک اور ضلالت وگمراہی کے بت یہاں پاش پاش ہو جاتے؛ بلکہ تشکیک زدہ ذہنوں کو یہاں صفائی اور یقین کا تحفہ ملتا، بقول اقبال ''مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ'' یقیناً ایک ولی کامل کی نگاہیں زنگ آلود دلوں کو پرنور بنا دیتی ہیں، بے اعتمادی اور بے یقینی سے جو قلب وذہن خراب ہو جاتے ہیں، ان کی مسیحا نفس نظر کی بدولت وہ راہ ہدایت پا جاتے ہیں: ؎

وہ سحر جس کا نہ کوئی فردا ہے نہ کوئی امروز
نہیں معلوم ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

حضرت مفتی صاحب کی ہمہ گیر شخصیت کے جس باب کا بھی مطالعہ اور مشاہدہ کیا جائے گا تو آپ زندگی کے تمام گوشوں میں اتباع سنت کو مقدم پائیں گے، چاہے عبادات ہو یا معاملات یا کسی کی تربیت کا پہلو تو اس میں سنت نبویؐ اور قرآن وحدیث سے آپ ہمیشہ عملی طور پر مزین رہے، تقوی، پاکیزگی، بے نفسی اور تعلق مع اللہ یا زندگی کے دوسرے شعبوں میں آپ کے فرد فرید ہونے کا مطلب ان ہی مذکورہ چیزوں میں شامل تھا۔

تربیت کے میدان میں آپ نے کبھی اپنے متعلقین کی برائیوں کو مدنظر نہیں رکھا؛ بلکہ سالک کی اچھائیوں کو مقدم رکھتے تھے اور اس کی ذاتی زندگی میں آپ کبھی دخل نہیں دیتے، ہمیشہ اس بات کو خیال میں رکھتے تھے کہ میری ذات سے کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو پائے، یہاں تک کہ یہ معاملہ آپ کے صرف خاص لوگوں سے وابستہ نہیں تھا بلکہ ہر ایک کے ساتھ آپ کی یہی کوشش رہتی کہ کسی کو مجھ سے تکلیف نہ ہو پائے، آپ کی برادری کے کچھ لوگوں نے یہ طے کیا کہ حضرت مفتی صاحب کو تکلیف پہنچائی جائے، اس نیت سے وہ لوگ آپ کے گھر کے راستے میں بیٹھ جایا کرتے تھے، جب آپ راستے سے گزرتے تو وہ لوگ آپ کو طرح طرح کے دل شکن جملے اور نازیبا الفاظ سے پکارتے اور ہر موقع پر حضرت مفتی صاحب کو تکلیف دینے کیلئے کوشاں رہتے، تو حضرت مفتی صاحب بجائے اس کے کہ ان کی کسی بات کا جواب دیتے یا ان کا دفاع کرتے؛ بلکہ آپ اپنے گھر دوسرے راستے سے جانے لگے، آپ کے متعلقین بتاتے ہیں کہ وہ لوگ ہمیشہ پریشان اور برے حال میں زندگی گزار کر گئے اور ان کو کبھی چین وسکون نصیب نہیں ہوا، حتی کہ جو لوگ ابھی بھی زندہ ہیں وہ بھی پریشان حال ہیں۔

آپ اصلاح اور تزکیہ کے فرائض انجام دیتے وقت بھی اس سے غافل نہیں رہتے تھے، کوئی شخص جو آپ سے متعلق رہا ہو یہ نہیں بتا سکتا کہ مجھ کو حضرت مفتی صاحب سے کوئی تکلیف پہنچی ہو، کسی پر غصہ کرنا، ڈانٹنا، یہ حضرت مفتی صاحب کی خصلت میں داخل نہیں تھا، تربیت کا یہ پہلو سیرت رسولؐ کے باب میں اہم مقام رکھتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی زندگی کا جو سب سے اہم گوشہ ہے اور جس کو میں نے پندرہ سال کی صحبت وتعلق میں برابر محسوس کیا شاید اس حوالہ سے آپ اپنے تمام معاصرین میں ممتاز نظر آئے، آپ کی پوری زندگی مثبت سوچ اور فکر کے ساتھ وابستہ رہی، کبھی کسی اختلاف سے آپ کا کوئی تعلق نہیں رہا اور نہ ہی کبھی آپ نے کسی ایسی جماعت میں شمولیت اختیار کی جس کو گروہ یا فریق کے نام سے جانا جاتا ہے، حتی کہ آپ شہرہ آفاق درسگاہ مظاہر علوم میں ایک قابل قدر استاذ کی حیثیت سے تھے اور آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا؛ لیکن جب مظاہر علوم کا وہ قضیہ نامرضیہ پیش آیا جس نے اچھے اچھے لوگوں کے گریباں کو چاک کر دیا تو حضرت مفتی صاحب اس اختلاف سے آسانی کے ساتھ الگ ہو گئے اور آپ کسی کے فریق نہیں بنے، تاریخ میں جن لوگوں کو آج بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ان میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو مثبت اور تعمیری کاموں میں صرف کر کے چلے گئے، بقول انور جلال پوری مرحوم کے: ؎

سجا کے فرصتیں اپنی پرانے کاغذ پر
عجیب لوگ تھے ایک داستان چھوڑ گئے

خلوص، محبت اور ایثار کا یہ کوہ گراں معرفت وعرفان کی کائنات سجا کر چلا گیا اور یہ عرفانی، روحانی مجلسیں اور صحبتیں آپ کے بعد بھی انشاء اللہ قائم رہیں گی؛ لیکن آپ کے چلے جانے سے آپ کی بزم اور مجلسوں سے جو محرومی کا داغ لگا اور جو کمی پیدا ہوئی، اس کو کوئی پورا نہیں کرسکتا، وہ بہاریں، جو آپ کے دم سے قائم تھی، وہ بہار اور رونق آپ کے ساتھ چلی گئی، ویسے تاجدار عرب نے نور ہدایت کی جو شمع روشن کی تھی اس کا فیض متعدی ہے اور قیامت تک اس چراغ کے نور سے چراغ جلتے رہیں گے: ؎

یہ کوچے قاتل ہے، آبادہی رہتا ہے
اک خاک نشیں اٹھا، اک خاک نشیں آیا

احساسات

مردِ قلندر کی بارگاہ میں

مولانا مفتی سید محمد ریاض ندوی کھجناور، سہارنپور

سینکڑوں اور ہزاروں افراد کے مربی و مصلح، مخلص و با خدا ہستی جامع صفات و منبع فیوض و برکات ایک مثالی عرفانی وروحانی شخصیت عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ فرشتوں کے ذریعہ مژدۂ جانفزا "یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" سننے کے لئے سوئے دربار، خالق کون ومکاں کوچ کر چلے، ہم سب کو چھوڑ کر چلے گئے، اب انہیں کوئی چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈے؛ لیکن اپنی عقیدت ومحبت کے ساتھ ساتھ لاکھوں ان گنت مسلمانوں میں دین و ایمان کی شمعیں روشن کر گئے، آہ! ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا، اور ایک عہد ساز شخصیت دینی، ایمانی، اصلاحی تعلیمی وتدریسی اور انسانی خدمات کے انمٹ نقوش چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی، موت ایک فرد کی نہیں، فرد فرید کی ہے، ایک نعمت تھی جو اٹھا لی گئی، ایک تحفہ تھا جسے ہم نے کھو دیا، لیکن ہم کو بھی یقین ہے کہ ربانی دسترخوان پر ان کے لئے نعمتیں چن لی گئی ہوں گی، رب کریم نے اپنی مخصوص رحمتوں میں ان کو سایہ دے کر ڈھانپ لیا ہوگا، جس شخصیت کو یہ "بلند مرتبہ" حاصل ہوتا ہے، اس کا خمیر بھی جن عناصر سے تیار ہوتا ہے وہ طاہر ومطہر ہوتے ہیں۔

دوآبہ کی مشہور ومعروف بستی رائے پور کی خانقاہ عالیہ رحیمیہ اصلاح وتربیت، رشد وہدایت، ایمان ویقین، معرفت وخشیت اور تقویٰ و طہارت میں ایک الگ شان، آن بان اور اہم تاریخی حیثیت رکھتی ہے جس نے ہر آنے والے انسان کو ایمانی واسلامی، دینی وفکری، اصلاحی وروحانی اور اخلاقی وعرفانی زندگی عطا کی، اور انسانیت کی مسیحائی وچارہ گری اور راہ نمائی میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا، جس نے اپنی گود سے ایسے رجال اللہ واولیاء اللہ جنم دیئے جنہوں نے بزم تصوف کے میخانوں میں رندوں کو عشق ومعرفت کے جام تھمائے، جن کے ذریعہ سے زندگیوں میں تازگی آئی، مردہ ارواح میں ایمانی آسودگیاں ظاہر ہوئیں، فکر وشعور کے نئے نئے دریچے وا ہوئے، اور پژمردہ قلوب بہار ایمانی سے جگمگائے، عادتیں عبادات بنیں، عبادتوں نے ریاضتوں کا درجہ لیا، اور پھر ان پاک طینت وپاکباز وستودہ صفات اشخاص ونفوس نے خدا عز وجل کی بارگاہ میں اپنی عبدیت وانابت کا وہ نذرانہ پیش کیا کہ جس سے راضی ہو کر بارگاہ خداوندی سے ان نفوس اور اس خانقاہ کو محبوبیت ومرجعیت کا وہ پروانہ ملا کہ یہ خانقاہ اصلاح وتربیت کا عظیم مرکز بن گئی، اور مردم گری ومردم سازی میں یہ عوام وخواص کا مرجع بن گئی، یہاں سے اپنے عہد کے بڑے بڑے علماء اور قائدین نے روحانی فیض حاصل کر کے اپنی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کر کے لوگوں میں حرارت ایمانی پیدا کی اور دلوں کو اللہ سے جوڑنے، طبیعتوں کو اسلامی طرز پر ڈھالنے، فکروں کو راہ راست پر لانے اور پژمردہ قلوب کو تازگی بخشنے کا وہ عظیم کارنامہ انجام دیا کہ پھر یہ خانقاہ ارشاد وتربیت اور دعوت و اصلاح کی آماجگاہ بن گئی، پھر تاریخ نے وہ دور بھی دیکھا کہ یہاں نفوس قدسیہ کو دیکھنے، ان سے استفادہ کرنے کیلئے خلقت اٹڈ پڑی، خواص و عوام یہاں آ کر ٹھنڈی سانس لینے لگے، اور یہ عقیدتوں کا محور ومرکز بن گئی یہی وجہ ہے کہ یہاں کے حضرات جن مقامات سے گذر گئے علم و عمل کے گلشن آباد کر گئے، اجڑے ہوئے دلوں کو شاداب کر گئے، عظمت ورفعت ان کا مقدر بن گئی، قدر ومنزلت کی نگاہ سے ان کو دیکھا جانے لگا، دل کی تاریک دنیا اسلامی نور وتابش سے جگمگا اٹھی، اور تعلیم و

تربیت، عبادت ومعرفت، رشد و ہدایت کے چشمے جاری وساری ہوئے، اصلاح وراست بازی کے جوت جگائے گئے، جس کے ذریعہ سے لاکھوں بندگان خدا دین و مذہب اور سنت و شریعت سے وابستہ ہوئے اور اس دکان معرفت سے وہ دوائے دردِ دل تقسیم ہوئی جس نے قلوب کو صیقل کیا، نفس کا تزکیہ کیا، اخلاقی انارکی کو تہذیب سے مزین کیا، روح کو پاکیزہ کرکے ایمانی حرارت کو تازگی بخشی، اس وقت خانقاہ کے مسند نشیں بہت سی صفات، امتیازات اور خصوصیات کے مالک، ولئ کامل حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحبؒ کے خلیفہ اور انکے پوتے اور حضرت مفتی صاحبؒ کے داماد الحاج عتیق احمد صاحب رقم طراز ہیں:

''خانقاہ رائے پور میں یہ سلسلۂ ہدایت وتربیت اور طریقہ بیعت و ارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ سے شروع ہوا، آپ کے بعد آپ کے دو جانشین قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ نے اس موج نور ونکہت کو پوری آب وتاب کے ساتھ جاری رکھا، ذکر وفکر کی محفلیں سجتی اور آراستہ ہوتی رہیں، مخلوق خدا ان سے استفادہ کرتی رہی اور ایک بڑی تعداد نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی اور اسلام قبول کیا، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ کے پاکستان کوچ کرجانے کے بعد یہ خانقاہ ویران ہوگئی، اور عوام وخواص ذکر وفکر کی مجلسوں سے محروم ہوگئے، جس خلق کثیر کا رجوع یہاں ''لا الہ الا اللہ'' کی ضربوں میں تھا، اب وہ ماہئی بے آب کی طرح تڑپنے لگی اور نظام ایسا معطل ہوگیا کہ اس کے وجود وبقاء کا بھی خطرہ پیدا ہوگیا، تو چند دورس ودوربیں اکابرین خصوصا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ جنہوں خانقاہ رحیمیہ کے فیض اور اس کے اثرات کو عالم اسلام میں نمایاں کیا، نیز ان بزرگان دین کی بے چینی وبے قراری کو دیکھ کر اس خانقاہ میں ایک ایسے آفاقی وہمہ گیر مرد قلندر کا انتخاب ہوا، جس نے اس کی نشأۃ ثانیہ کی اور جن کی نگرانی وسرپرستی، بے پناہ جد وجہد اور توجہات وعنایات کی برکت سے وہ باغ وبہار پھر لوٹی کہ پھر سے خلقت کا رجوع اس جانب بڑھا اور مخلوق خدا نے یہاں سے کسب فیض کیا، ورنہ ان اکابرین کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سے عوام وخواص پر ایک مایوسی کی کیفیت طاری تھی، اس وقت ایسے حالات میں اس مرد باصفا، ولئ کامل، مستغرق فی اللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ کا انتخاب ہوا جو بزرگوں کے صحبت یافتہ خصوصا حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے منظور نظر تھے، اور دبستان حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی آخری یادگار رہتے، اور مردم ساز مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے روشن کردہ چراغوں کے نور تھے، علم وتحقیق کے لحاظ سے بھی معتبر اور مستند، صلاح وتقوی خشیت وانابت کے بھی پیکر تھے، علم وعمل کی اس ضوفشاں شخصیت کی پیدائش یکم جنوری ۱۹۳۳ء میں ایک اسلامی وروحانی ماحول میں ہوئی اور وہیں پروان چڑھے، تعلیم وتربیت کے قیمتی جوہر اور رشد ومعرفت کے نایاب گوہر کے تئیں متفکر باپ نے بیٹے کے دامن مراد کو خوب خوب بھرا، آپ کی تعلیم کی ابتداء مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی رائے پور میں نورانی قاعدہ سے ہوئی، اس کے بعد حفظ القرآن نوگانواں میں حفظ مکمل کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں عالمیت کے تین سال باصلاحیت ومخلص اساتذہ کی نگرانی میں پورے کئے، پھر علوم وفنون کے ماہرین، شریعت وسنت کے حاملین اساتذہ سے تفسیر وحدیث فقہ ودیگر علوم کی کتابیں پڑھ کر ملک کی مشہور ترین علمی وروحانی درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور سے ۱۹۵۶ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، پھر شعبہ افتاء میں داخلہ لے کر تعلیم کا مرحلہ پورا کیا اور یہاں کی علمی نورانی فضا سے بھرپور فائدہ اٹھایا، اس مرحلہ سے فراغت کے بعد علوم نبوت کی اشاعت میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ایماء پر مدرسہ خادم العلوم باغونوالی میں اپنے تدریسی دور کا آغاز کامل احتیاط، پاکدامنی اور مکمل خلوص وللّٰہیت کے ساتھ کیا، طلباء واساتذہ اور ذمہ داران کو اپنی حسن کارکردگی پر اپنا گرویدہ بنایا، یکم رمضان المبارک ۱۹۶۲ء میں آپ کا ناقل فتاوی کی

حیثیت سے مظاہر علوم میں تقرر ہوا، اس نحیف ونزار جسم نورانی میں اقبال مندی کے جوہر تھے، جنہوں نے آپ کو ممتاز حیثیت عطا کی جو دوسروں کے لئے باعث رشک بنی اور آپ ترقی کرکے مظاہر علوم کے مایہ ناز صدر مفتی کے طور پر آپ کی پہچان ہوئی اور زندگی کے یہ ایام نورانی حلقوں ایمانی جھرمٹ اور عرفانی ماحول میں بسر ہوئے، اس صحبت اور ماحول آفرینی نے آپ کے اندر ایک روحانی وعرفانی انقلاب پیدا کیا اور تبحر علمی کے ساتھ ایمانی فراست اور نبوی حکمت کی دنیا میں ہمدوش ثریا ہوئے اور اس کے ساتھ ساتھ امت کے انفرادی و اجتماعی اصلاح کے پیش نظر اجلاس میں بھی شرکت فرماتے، آپ کی بات سن کر جم غفیر میں ایک بڑی تعداد اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوتی لوگ اپنے اپنے ظرف وقدح کو بھرتے، آپ کی بات میں خلوص و للّٰہیت کی ایسی آمیزش ہوتی کہ مخاطب متأثر ہوئے بغیر نہ رہتا، آپ حب الٰہی اور نبوی سوز وتڑپ میں ڈوب کر گفتگو فرماتے تو قلوب میں ارتعاش پیدا ہو جاتا، حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو اپنے فیض صحبت سے ایسا مثالی ومعیاری انسان بنایا کہ آپ جہاں بھی رہے مقبولیت قدم بوس ہوتی گئی اور کھلی آنکھوں مقبولیت ومحبوبیت کی فضا دیکھی گئی؛ لیکن جب مظاہر علوم کا قضیہ نامرضیہ پیش آیا تو آپ نے اپنی تعمق نظری اور فنی مہارت پر فتوی دے کر اپنے مادر علمی کو بھی بادل نخواستہ الوداع کہہ دیا اور رائے پور تشریف لے آئے، آپ اخلاقی بلندی، اعلی ظرفی حسن کارکردگی اور پاکبازی میں اپنی مثال آپ تھے، تو اکابرین علماء نے اس سونی بزم کو پھر سے برگ وبار لانے کیلئے خانقاہ رائے پور میں فروکش ہو جانے کی التجا کی تاکہ رشد وہدایت کی یہ آماجگاہ اپنی جلوہ آرائیوں کے ساتھ پھر سے مخلوق کا دامن بھر سکے، چنانچہ سب سے زیادہ کوشاں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ جو حضرت مفتی صاحبؒ کو رات رات بھر سمجھاتے کہ دیکھو شاہ صاحب نے آپ کو بارہا بشارت دی، بلکہ واضح الفاظ میں فرمایا تم خانقاہ میں جمے رہنا، اس کے ارد گرد گھومتے رہنا اور اس کے چکر کاٹتے رہنا، لوگ تمہارے چکر کاٹتے رہیں گے؛ لیکن حضرت ہمت نہ کر پاتے، ولئ مرتاض طبیب حاذق حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری دامت برکاتہم خانقاہ کی حالت زار کو دیکھ کر بڑی دلسوزی سے حضرت کو مناتے اور فرماتے آپ پر فرض ہے، جیسا کہ میرے پیر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے بارہا اس کی جانب توجہ مبذول کرائی، آپ سے ہمیں بڑی توقعات وابستہ ہیں، کاش آپ ہماری اس خواہش کو عملی جامہ پہنا دیں، اسی طرح صوفئ کامل حافظ عبدالستار صاحب نانکویؒ بڑی پُرسوزی کے ساتھ فرماتے ذرا سوچو کہ اس کی کل کیا حالت تھی؟ اور آج کیا ہوگئی ہے، حضرت حافظ عبدالرشیدؒ بھی اس کی نگرانی، تعمیر وترقی آپ ہی پر فرض قرار دیتے، بہرحال حضرت مفتی صاحب کو خانقاہ کا مسندنشیں بنانے کی عوام وخواص سب کی دیرینہ خواہش اور کوشش بسیار تھی لیکن آپ اپنی انکسار نفسی عاجزی وفروتنی کے باعث خاموش رہتے کبھی اپنی نااہلی کے بارے میں بتلاتے لیکن فکرمند احباب نے ٹھان لی کہ اگر درخواست کو ٹھکرایا بھی جائے تو زبردستی کریں گے، چنانچہ مسجد میں جمعہ کے دن بہت سے حضرات اسی ارادہ ونیت سے حاضر ہوئے لیکن حضرت کو خفیہ طریقہ سے اطلاع مل گئی تھی، آپ خانقاہ میں جلدی سے جمعہ ادا کر کے گھر آ گئے لوگوں کو اتنا موقع نہ مل سکا، بالآخر تمام فکرمند حضرات اپنی درخواست لے کر گھر پہنچے اور حضرت کو آمادہ کر کے چھوڑا۔

آخرش! اس ویران وسونی پڑی خانقاہ کی گود میں آپ کو لایا گیا، اور قضا وقدر کے فیصلوں کے مطابق مختلف میدانوں سے گذار کر کندن بنا کر آپ کو خانقاہ کے لئے زینت بنایا، جس سے افسردگی چھٹ گئی، پژمردگی کافور ہوگئی اور ذکر وفکر عبادت وریاضت کی نغمہ سنجیوں سے پوری فضا منور ہوگئی، اللہ کی غیبی مدد سے فتح ونصرت کے دروازے آپ پر کھل گئے، حیرت انگیز ترقی کا یہ تاج محل آج ہمارے سامنے ہے، اس خانقاہ کا مزاج و مذاق سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دار ہے، یہاں ہر آنے والے کا خیال اس کی ضرورت کے مطابق کیا جاتا ہے، حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں بیٹھ کر دنیا کی بے ثباتی اور حیات فانی

کی حقیقت خود بخود عیاں ہو جاتی تھی، یہاں ذکر وفکر یاد الٰہی، عشق خداوندی کی ایسی شراب پلائی جاتی تھی جس سے انسان کا پورا وجود شریعت کے سانچے میں ڈھلتا تھا، اور ذکر الٰہی عشق نبوی اور شریعت مطہرہ کا جو سوز یہاں کی فضا میں بکھرا ہے، ہر آنے والے کی طبیعت پر اس کا اثر محسوس ہوتا تھا، اور وہ بے بہا خزانہ یہاں سے لیکر لوٹتا تھا، ابھی قریب کی بات ہے ایک سرکاری آفسر وارد ہوئے چند منٹ مجلس میں بیٹھنے اور اس نورانی چہرہ کو دیکھنے کے بعد ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور انہوں نے بتلایا کہ زندگی میں پہلی مرتبہ اللہ کے خوف سے آنسو نکلے، حضرت مفتی صاحب کی مسند نشینی کے بعد پھر وہی بے پناہ ہجوم اور اژدحام رہنے لگا، جس نے دور ماضی کی یاد تازہ کردی، آپ کا طریقہ اصلاح وتربیت بھی ایسا سہل اور آسان تھا کہ طبیعت ناتواں بار گراں نہ گذرے اور اصلاح بھی ہو جائے، یہاں ہر مجلس میں یہ سبق پڑھایا جاتا تھا، جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے اور کسی شاعر کی زبانی: ؎

فکر دنیا کر کے دیکھا فکر عقبیٰ کر کے دیکھ
سب کو اپنا کر کے دیکھا رب کو اپنا کر کے دیکھ

حضرت مفتی صاحبؒ نے مجاہدات وریاضات کے میدان میں وہ جوہر دکھائے جس کو دیکھ کر متقدمین خرقہ پوشوں بوریہ نشینوں اور مخلص زاہدوں وشب زندہ داروں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، رات میں ایک بجے نرم ونازک بستر چھوڑنا آپ کی عادت تھی، نوافل میں قرآن کریم کا خاصا حصہ پڑھنا، آپ کا معمول تھا، پھر ذکر الٰہی اور آہ وزاری، اشک فشانی میں مشغول رہتے، قرآن کریم کے عاشق وفریفتہ تھے، طالبین رشد وہدایت جس وقت بھی آتے آپ ان کی دلجوئی کے لئے اپنے آرام کو بھی تج فرما دیتے، آسودہ شکم سیری کے ساتھ آپ نے کھانا نہیں کھایا، قلت طعام، قلت منام اور قلت کلام کے آپ خوگر رہے، اپنے مجاہدہ وریاضت سے اپنے نفس وشیطان دونوں کو فنا کیا، مسلسل ۲۷؍ گھنٹے ذکر خداوندی میں مشغول رہنا اور ۵۶؍ گھنٹے بیدار رہ کر اپنے کو خواب گاہ سے الگ رکھنا، یہ خرقہ پوشوں ہی کی علامت ہے، اس نفس کے مجاہدہ نے ایسا بیش بہا اور قیمتی بنایا کہ اس کی قیمت کا اندازہ صرف خلاق عالم ہی لگا سکتا ہے، آپ کی نفس کشی اور عبادت و بندگی نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کردی، آپ عمل پیہم، جہد مسلسل، یقیں محکم کے خوگر تھے، پھر بے پناہ مجاہدہ وفنائیت سے حقیقی معرفت کی جو بے نظیر دولت ملی جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اور آج ہم جیسے ناواقفوں کے لئے ایک عجوبہ ہے، روحانی قوت کا حال عقل وفہم کی رسائی سے بالاتر ہے، روحانی قوت نے اس نورانی نفس کو ایسا مست بنایا، نہ طعام وشراب نہ خورد ونوش کی طلب، نہ آرام وراحت کی تلاش، بغیر کسی طلب کے کسی نے دو گھونٹ پانی یا دودھ پیش کر دیا تو نوش فرمالیا، اس طرح زندگی کا ظاہری مدار چند قطروں پر رہا، اور جب دل مستنیر ہوا، تو فیضان الٰہی اور احسان وعرفان سے اس مقام بلند پر پہنچا کہ دیدار الٰہی کے مزے آنے لگے، اور دیکھنے والے مجذوب کہنے لگے، اور یہ اللہ کا محبوب بندہ فنافی اللہ ہو گیا، دنیا ومافیہا سے بیگانہ ہو گیا، اور اس مقام تک جا پہنچا جو حد ادراک اور عقل کی بازیافت سے ماوراء ہے، استغراقیت ومحویت کے اس مقام پر پہنچے جہاں خالق ومخلوق کے درمیان تمام حجابات منکشف ہوتے چلے گئے اور اپنے وجود کی بھی خبر نہ رہی، اب گذشتہ کئی سالوں سے یہ حال تھا کہ خاموش ایک نورانی مجسم، اور عوام وخواص کا ایک اژدحام مجلس میں شریک ہوتا زیارت کرتا، دعا میں شریک ہوتا اور چلا جاتا، اس خاموش انسان سے دنیا نے اتنا فیض اٹھایا کہ صرف دیکھ کر ہی اپنی زندگیوں کو بدل ڈالا، بے دین دین سے وابستہ ہوئے، فاسقین تقویٰ وطہارت سے آراستہ ہوئے، اور اب آخری ایام میں تو رجوع اتنا بڑھا کہ حضرت جیؒ اور حضرت شاہ صاحبؒ کے دور کی یاد تازہ ہوگئی، اور ان اکابرین اور عوام نے خانقاہ کو پھر اسی شان سے دیکھا اور مخلوق خدا نے اپنی اپنی جھولیاں بھریں، اب فیصلہ خداوندی سے دبستان معرفت کا یہ روشن چراغ اپنی گل افشانیاں کر کے اللہ کے حضور حاضر ہو گیا۔

❁❁❁

حسین یادیں

ایک رات خانقاہ رائے پور میں

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

راقم کا یہ مضمون دراصل جنوری ۲۰۱۰ء کا ہے، اس مضمون میں خانقاہ رائے پور اور مفتی عبدالقیوم صاحب نور اللہ مرقدہ سے متعلق معلومات ہے، اس مضمون میں راقم کی خانقاہ رائے پور میں ایک شب گزاری کی داستان ہے، جس میں عصر سے لیکر صبح نو بجے تک کی روح پرور روداد ہے، اس تحریر میں مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے روح رواں مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی مدظلہ العالی کا اصلاحی بیان بھی ہے، جو مولانا موصوف نے مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی کے طلبہ کو خطاب کیا تھا، موقعہ کی مناسبت سے اس مضمون کو یہاں شائع کیا جارہا ہے۔

۱۴/ جنوری ۲۰۱۰ء بروز جمعرات کی شام کو مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد نے شعبۂ انگریزی میں پڑھنے والے تمام فضلاء کے لیے روحانی اور تربیتی ماحول میں کچھ وقت گزارنے اور اہل اللہ کی صحبت میں رہنے اور ذکر الٰہی کی لذت حاصل کرنے کے لئے رائے پور خانقاہ جانے کا پروگرام بنایا، اس لیے تمام فضلاء ظہر کے بعد وہاں کیلئے روانہ ہوگئے، راقم کا عام طور سے رائے پور جانے کا موقع ملتا ہی رہتا ہے، لیکن اُس دن مفتی صاحب کے ساتھ مولانا مفتی محمد ساجد ندوی محمد پوری اور راقم الحروف بھی تھا، پہلے تو ہم لوگ سنسار پور حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب کے یہاں گئے اور عصر کی نماز ادا کی، نماز کے بعد حضرت مولانا سنسار پوری سے سلام ومصافحہ ہوا، حضرت دیکھتے ہی راقم کو فوراً پہچان گئے اور خیریت وعافیت پوچھنے لگے۔

ہم لوگوں کا سفر چونکہ رائے پور کا تھا، اس لیے مفتی صاحب نے حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب مدظلہ العالی سے عرض کیا کہ ہم لوگ رائے پور جارہے ہیں، اور حضرت سے دعا کی درخواست کر کے رائے پور کے لیے روانہ ہوگئے، عصر کی نماز کے بعد ہم لوگ رائے پور خانقاہ پہنچے، خانقاہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب اپنے حجرے سے نکل کر ایک دروازے کو ہاتھ لگا کر دیکھ رہے تھے، اس وقت حضرت کے اوپر ''استغراق'' کی کیفیت طاری تھی، کسی کو پہچانتے نہیں تھے اور اکثر اوقات ایسے ہی رہتے تھے، زبان پر ہمیشہ ذکر الٰہی کا ورد رہتا تھا، خادم حضرت کو کمرے میں لے گیا اور ہم لوگ چائے پانی میں لگ گئے، تھوڑی دیر بعد حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ کمرے سے باہر نکلے تو مفتی صاحب نے فوراً آگے بڑھ کر مصافحہ کیا، راقم بھی مصافحہ کیا، تین چار لوگ جو وہاں موجود تھے سبھوں نے مصافحہ کیا، اس وقت حضرت نے سب سے مصافحہ کیا اور دعائیں بھی دیں۔

اس کے بعد مغرب کی اذان ہوگئی اور سب لوگ مسجد کی طرف جانے لگے، ہم لوگ بھی مسجد کی طرف چل دیئے، مسجد میں جا کر نماز ادا کی، پھر سنن ونوافل کے بعد خانقاہ میں آگئے، ہمارے ساتھ چونکہ مرکز کے شعبہ انگریزی ''ڈپلومہ ان انگلش لینگویج اینڈ لٹریچر'' کے تمام فضلا اور علماء تھے، اس لیے ہمارے مرکز کے روح رواں مفتی محمد مسعود عزیزی صاحب ان سب کو سمجھانے لگے کہ جس مقصد سے آپ لوگ یہاں پر آئے ہو، اس میں مشغول ہو جاؤ، جو لوگ رائے پور خانقاہ میں آتے ہیں وہ اپنے دل کی دنیا بدلنے اور اپنے درد کی دوا لینے آتے ہیں، اس لیے تم لوگ بھی اس کی تلاش میں لگ جاؤ اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔

تمام فضلاء مفتی صاحب سے کہنے لگے کہ کچھ نصیحت کردیجئے، چنانچہ ہمارے مفتی صاحب علماء وفضلاء کو سمجھانے لگے کہ خانقاہ میں لوگ اس لیے آتے ہیں کہ ان کے دل میں جو گندگی ہے، وہ صاف ہوجائے اور آپ لوگ بھی جو یہاں آئے ہو، اس لیے اپنے دل کی صفائی کرو اور اپنے گناہوں پر استغفار کرو، آپ لوگ ذکرواذکار میں لگ جاؤ اور خانقاہ کی اصل چیز ذکر ہی ہے، یہاں ساری بیماریوں کی دوا صرف ذکر ہے، اور ذکر کرنے سے دل کی صفائی ہوتی ہے، جس طرح لوہار لوہے کو آگ کی تپش سے اس پر لگے ہوئے زنگ کو دور کرتا ہے اور پیٹ پیٹ کر صیقل کرتا ہے، اسی طرح آپ لوگ بھی ذکر کرکے دل پر جو گندگی لگی ہے وہ دور کرو، ذکر کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دل آئینہ کی طرح صاف ہوجاتا ہے اور جب دل صاف ہوجاتا ہے تو اللہ تعالی دل پر ایک الارم (گھنٹی) لگا دیتا ہے، جب انسان کوئی گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ الارم بجنے لگتا ہے، جس سے انسان اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے اور گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

مفتی صاحب نے ان فضلاء کو مزید باتیں سمجھائیں اور قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں تزکیہ نفس اور اصلاح قلب اور ذکر الٰہی کے سلسلہ میں گفتگو فرمائی اور "الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" کی تشریح فرمائی، اور فرمایا کہ اس وقت ہر آدمی سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے، مگر اصلی سکون کی جگہ پر نہیں پہنچ رہا ہے، سکونِ دل اور حقیقی سکون ذکر الٰہی اور اللہ کی یاد سے ہی نصیب ہوتا ہے، مزید اللہ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اور جس کو معرفت الٰہی حاصل ہوجائے اس کو سکون وراحت مل ہی جاتی ہے، یہی سب باتیں بتلا رہے تھے اور راقم تھوڑے فاصلے پر بیٹھ کر تلاوت میں مشغول تھا، پھر دیکھا کہ مفتی صاحب ان فضلاء کو نفی واثبات کے ذکر کرنے کا طریقہ سکھا رہے ہیں، چونکہ مجھے تھوڑا بہت ذکر کرنا آتا ہی تھا؛ لیکن اچھے طریقہ سے ذکر کرنا نہیں آتا تھا، فوراً میرے دماغ میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی بات آگئی تو تلاوت بند کرکے ذکر سیکھنے میں لگ گیا، چونکہ حاجی صاحب نے اپنے مرید (حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) سے فرمایا تھا "کہ میاں رشید! جب تمہیں ذکر کرنا ہی تھا تو سیکھ کر کرتے"۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ تھانہ بھون میں ایک بزرگ تھے (حاجی امداداللہ صاحب) بڑے اللہ والے تھے، ان کو سبھی لوگ جانتے تھے، اس لیے ان کی صحبت سے فائدہ اٹھانے اور ان سے دعا کرانے کے لیے لوگ وہاں جاتے تھے، اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے سوچا کہ تھانہ بھون حضرت حاجی (امداداللہ صاحب) سے مل کر آتے ہیں، وہاں گئے اور حضرت کی صحبت میں جاکر بیٹھ گئے، دعا وسلام کے بعد تھوڑی دیر صحبت میں رہے، انہوں نے کہا اچھا حضرت چل رہا ہوں، صبح گھنٹہ لینا ہے، کلاس لینی ہے، بچوں کو پڑھانا ہے اور ابھی جانا ضروری ہے، مولانا نے سوچا کہ ابھی جاکر آرام بھی کرلوں گا اور صبح پڑھا بھی دونگا، اگر صبح جاؤں گا تو فوراً پڑھا نہیں سکتا، آرام ضروری ہے، حاجی صاحب نے کہا کہ بھائی آج یہیں رہ لو، تو انہوں نے کہا کہ حضرت رہ تو لیتا لیکن یہاں لوگ ذکرواذکار کرتے ہیں، میری نیند میں خلل پڑے گا اور مجھے دقت ہوگی، حضرت نے کہا تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، رات کو تمہیں کوئی نہیں اٹھائے گا، تم سوتے رہنا، تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے، منظور ہے، آج رات آپ کے پاس رہ لیتا ہوں، تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے خادم سے کہا کہ دیکھ بھائی یہ مولانا جو تشریف لائے ہیں، ان کا بستر میرے پاس لگا دینا۔

جب سونے کا وقت ہوا تو خادم نے مولانا (رشید احمد صاحب گنگوہیؒ) کا بستر حاجی صاحب کے پاس لگا دیا، جب تہجد کا وقت ہوا تو حاجی صاحب اور دوسرے لوگ سب ذکرواذکار اور نوافل میں مشغول ہوگئے، جب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی آنکھ کھلی، تو دیکھا کہ کوئی نفل پڑھ رہا ہے اور کوئی ذکر کررہا ہے، تو انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں بھی تو مولوی ہوں اور گنگوہ سے آیا ہوں، یہاں کوئی ذکر کررہا ہے، کوئی سجدہ میں ہے، تو کوئی رکوع میں ہے، شب گزاری کے

متعلق قرآن کی آیتیں ذہن میں آنے لگیں، پھر وہ اٹھے اور وضو کر کے نفل پڑھنے لگے، اس کے بعد ذکر میں مشغول ہو گئے، فجر کی نماز کے بعد حاجی صاحب کی مجلس لگی، تو حاجی صاحب نے پوچھا کہ بھائی وہ کہاں ہے، جو ہمارے برابر میں بیٹھا ذکر کر رہا تھا، وہ کون تھا؟ تو مولانا نے کہا کہ حضرت وہ تو میں ہی تھا، حاجی صاحب نے کہا کہ اللہ کے بندے! جب ذکر کرنا ہی تھا، تو کچھ سیکھ کر تو کرتا، بغیر سیکھے ذکر کر رہے تھے، تو انہوں نے کہا حضرت بتلاؤ سیکھوں گا، تو حاجی صاحب نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو ذکر کے طریقے بتلائے اور پھر ان کو اپنا خاص خلیفہ بنالیا۔

خیر مفتی صاحب فضلاء کو ذکر کا طریقہ بتلا کر خود ذکر میں مشغول ہو گئے اور بندۂ ناچیز بھی ذکر میں مشغول ہو گیا، کچھ دیر کے بعد خانقاہ کے ایک خادم نے آ کر کہا چلو کھانا کھا لیجئے، سبھوں نے جا کر کھانا کھایا، اور پھر عشاء کی نماز کے لیے سب مسجد میں جانے لگے، ہم نے خانقاہ ہی میں وضو کیا، اس کے بعد مسجد میں چلے گئے، عشاء کی نماز کے بعد امام صاحب سے ملاقات ہوئی، جو مفتی صاحب کے شناسا تھے، میں بھی صورتاً پہچانتا تھا، مگر اچھی طرح واقف نہیں تھا، چنانچہ وہ ہم لوگوں کو اپنے کمرہ میں لے گئے اور کچھ چیزیں بتلائی، اس کے بعد ہم سب سونے کے لیے خانقاہ میں آ گئے۔

صبح سب لوگ تہجد کے وقت اٹھ گئے، تمام لوگ نوافل سے فراغت کے بعد پھر ذکر میں مشغول ہو گئے، صبح فجر کی نماز کے بعد جب ہم لوگ مسجد سے نکلنے لگے تو جناب الحاج عتیق احمد صاحب (ناظم ومتولی مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور) نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ یہاں کے طلبہ کو کچھ نصیحت فرما دیجئے، مفتی صاحب نے کہا ٹھیک ہے، چنانچہ طلبہ کو سمجھانے کے لیے مسجد ہی میں اکٹھا کیا گیا، مفتی صاحب نے حمد وصلاۃ کے بعد طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ تم کو اللہ نے اپنے دین کے لیے خاص کیا ہے، تم بڑی قسمت والے ہو اور تمہارے والدین اس کے لیے مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تمہیں اس جگہ پر بھیجا ہے، مفتی صاحب نے اپنی تقریر میں طلبہ کو دو باتوں کی طرف توجہ دلائی:

(۱) اپنے آپ کو گناہوں سے بچاؤ۔

(۲) اس جگہ کی اہمیت کو پہچانو۔

میرے پیارے عزیزو! تم کو اللہ تعالی نے علم دین کے لیے خاص کیا ہے، اس لیے محنت سے علم سیکھو اور برائیوں سے اپنے آپ کو بچاؤ، چونکہ علم اللہ کا نور ہے، اور اللہ کا نور عاصی اور گنہ گاروں کو نہیں دیا جاتا ہے، اس پر مفتی صاحب نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ کی تفصیل بیان کی کہ امام شافعی نے اپنے استاذ حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کہ حضرت میں جو کچھ یاد کرتا ہوں وہ بھول جاتا ہوں اور میرے دماغ میں کچھ نہیں رہتا، تو آپ نے کہا کہ میرے استاذ حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے معصیت کے ترک کرنے کی نصیحت کی، اس لیے کہ علم اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور عاصی کو نہیں دیا جاتا، پھر اس شعر کو پڑھ کر سمجھایا: ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
لان العلم نور من الٰہی
ونور اللہ لا یعطی لعاصی

دوسری بات یہ تھی کہ یہ جگہ بہت اہم ہے، اس کی قدر کرو، اس جگہ پر آنے کے لیے بہت سے لوگ ترستے ہیں، یہ وہ جگہ ہے جہاں پر بڑے بڑے علماء اور اپنے وقت کے محدث، بڑے اللہ والے، جن کی ذات گرامی سے دنیا میں علم ومعرفت کے فیوض جاری ہیں، انھوں نے بھی یہاں آ کر اپنا وقت لگایا، یہاں عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے آئے، شیخ الہند یہاں آئے، حضرت مدنی آئے، رئیس الاحرار آئے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب آئے، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب آئے، یہاں اپنے اپنے وقت کی بڑی بڑی شخصیتیں کچھ سیکھنے

اور لینے کے لیے آئیں اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ نے ان سے کتنا بڑا دین کا کام لیا، وہ ہستیاں یہاں کی صحبت، یہاں کے ذکر واذکار اور یہاں کے ماحول کی تربیت یافتہ تھیں، اس لیے آپ لوگ بہت قابل مبارک باد ہیں، آپ لوگ تو یہاں پڑھنے کے لیے آئے ہو، اس لیے زیادہ سے زیادہ وقت پڑھنے میں صرف کرو، یہ وہ جگہ ہے کہ اگر یہاں پر کوئی آدمی بن گیا تو دنیا میں کہیں بھی جائے گا بگڑ نہیں سکتا اور جو یہاں بگڑ گیا وہ شاید ہی کہیں جا کر سدھر سکے گا، اس لیے آپ لوگ اس جگہ کی قدر کرو۔

تفصیلی خطاب کے بعد اشراق کا وقت ہوگیا تھا، تمام فضلاء نے اشراق کی نماز پڑھی اور پھر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے مزار پر ایصال ثواب کے لیے حاضری ہوئی، اس کے بعد ہمارے مفتی صاحب کے شیخ حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے مزار پر حاضری ہوئی اور ان کو ایصال ثواب کیا۔

اس کے بعد ناشتہ کیا، ناشتہ کے بعد حضرت سے ملنے کے لیے ان کے کمرے میں گئے، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رحمہ اللہ مفتی صاحب کو تھوڑا بہت پہچان گئے، تھوڑی دیر ان کے پاس ہم لوگ بیٹھے، پھر وہاں سے آ گئے، بہر حال بزرگوں کے پاس جانا، ان سے رابطہ رکھنا اور ان سے اپنی ذات کی اصلاح کرانا، ہر مسلمان کا نصب العین ہونا چاہئے؛ کیونکہ بزرگوں، اولیاء اور مشائخ کی مجلسوں میں جانے سے جہاں اپنی ذات کی اصلاح ہوتی ہے وہیں دل کو سکون بھی ملتا ہے، کیونکہ ان کے یہاں ہر وقت اللہ تعالی کا ذکر ہوتا رہتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا سب سے بہترین راستہ یہی ہے، بزرگان دین اور اہل اللہ حضرات ہی اللہ کے راستہ کے صحیح سالک ہیں، جیسا کہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ لکھا ہے: ''مجھے یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ صوفیہ ہی اللہ کے راستہ کے سالک ہیں، ان کی سیرت بہترین سیرت، ان کا طریق سب سے زیادہ مستقیم اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں، اگر عقلاء کی عقل، حکماء کی حکمت اور شریعت کے رمزشناسوں کا علم مل کر بھی ان کی سیرت واخلاق سے بہتر لانا چاہے تو ممکن نہیں، ان کے تمام ظاہری وباطنی حرکات وسکنات نبوت کے چراغ سے ماخوذ ہوتے ہیں، اور نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں، جس سے روشنی حاصل کی جائے''۔

اس لیے نرا علم اس وقت تک مفید نہیں ہوسکتا جب تک کسی بزرگ کی صحبت میں رہ کر، کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کا تزکیہ، اپنے دل کی صفائی نہ کرائی ہو، اس لیے کہ نفس کا تزکیہ بزرگوں کی جوتیوں میں بیٹھ کر اور اپنے آپ کو صحیح راسخ العقیدہ، صاحب دل کو سونپ کر، ان کی نگرانی میں ہی دل کی صفائی کا کام انجام پاتا ہے۔

اس لیے کہ صاف دل ہی اللہ کے یہاں مقبول اور نافع ہے ''یوم لاینفع مال و لابنون إلا من أتى الله بقلب سليم'' اس دن کہ جس دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی، صرف صاف ستھرا دل ہی کام آئے گا، جس میں نہ شرک کی آمیزش ہو، نہ غیر اللہ کی محبت ہو، نہ دنیا کی گندگی وآلائش ہو، بلکہ وہ ہر طرح کے شرک جلی وشرک خفی اور ہر طرح کی برائی وبے اعتدالی سے پاک وصاف ہو، اس لیے علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کی دولت حاصل کرنا بھی ضروری ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''من تفقه ولم يتصوف فقد تزندق، ومن تصوف ولم يتفقه فقد تقشف، ومن جمع بينهما فقد تحقق'' کہ جس نے علم ظاہری حاصل کیا اور علم باطنی سے محروم رہا، تو وہ ٹھیٹھ زندیق ہے اور جس نے علم باطن کی دولت حاصل کی اور علم ظاہر حاصل نہیں کیا وہ نرا خشک ہے اور جس نے علم ظاہر اور علم باطن دونوں کو حاصل کیا تو اس نے حقیقت میں علم حاصل کیا، اس لیے طلبہ عزیز کو مدارس میں علم ظاہر حاصل کر کے کسی خانقاہ میں، کسی اللہ والے کے پاس رہ کر علم باطن کو بھی حاصل کرنا چاہئے، اللہ تعالی تمام طالبان علوم نبوت کو اس کی توفیق دے۔

سانحہ عظیم

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ کا سانحہ ارتحال

مولانا مقصود احمد ضیائی استاذ جامعہ ضیاء العلوم پونچھ، جموں وکشمیر

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے کہ نقش قدم چومتے چلیں

۲۱/فروری بروز بدھ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے چیف ایڈیٹر حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی دامت برکاتہم العالیہ کی طرف سے بذریعہ واٹس اپ پرسنل پیج پر ایک مختصر تحریر موصول ہوئی کہ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کا نیا شمارہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری علیہ الرحمہ کے حالات پر ہوگا اور یہ لکھا تھا کہ اہل قلم حضرات مفتی صاحب کے حالات پر مضامین اور تخلیقات بھیج کر علمی تعاون فرمائیں، دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون، گنگوہ اور رائے پور یہ ایسے مشہور خاص وعام مرجع انام مقامات ہیں کہ ان کے جغرافیائی محل و وقوع کے تعلق سے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، چونکہ ان مقامات کو مدتہائے دراز سے علم وعرفاں تصوف وروحانیت اور انسان سازی کے حوالے سے عالمگیر شہرت اور نیک نامی حاصل رہی ہے یہ مقامات عظیم المرتبت شخصیات کے مسکن رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ عظیم اور تاریخی شخصیات سے جڑی اور ان سے تعلق رکھنے والی ہر چیز عظیم اور تاریخی ہوا کرتی ہے اس لیے ہمیں ان مقامات سے دلی عقیدت ومحبت ہے، ہم نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری علیہ الرحمہ کے سانحہ ارتحال پر یہ مضمون ترتیب دینا اپنی سعادت سمجھا اور اس کا عنوان ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ'' ذہن میں قائم ہوا، خدا کرے کہ یہ محبت وعقیدت اس روز کام آجائے کہ جس روز نہ مال و دولت کام آئے گی اور نہ ہی جاہ وشہرت، آمدم برسر مطلب! خدائے لم یزل نے کائنات انسانی پر جو بے بہا احسانات کیے ہیں، من جملہ ان میں سے ایک احسان عظیم یہ کیا کہ کائنات انسانی کی ہدایت واصلاح کے لیے ان ہی میں سے حضرات انبیا کرام علیہم السلام کو مبعوث فرما کر اپنی معرفت اور کتاب وحکمت کی تعلیم کا نورانی سلسلہ جاری فرمایا اور جب مشیت ایزدی کے عین مطابق النبی الخاتم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ختم فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین کو وراثت انبیاء کے منصب عظیم پر فائز فرما کر فیضان نبوت کے تسلسل کو دوام بخشا، جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ '' ان العلماء ورثة الانبیاء ''۔(ترمذی سنن دارمی)

یہ وراثت ان خوش نصیبان ازل کے حصہ میں آئی کہ جنہیں قسام ازل نے علوم ظاہری و باطنی سے وافر فیوضات سے ہمکنار فرما کر معرفت کے زیور سے آراستہ وپیراستہ اور مزین فرمادیا: '' ویعلمهم الكتب والحكمة و یزکیهم '' کی وراثت سے وافر حصہ پانے والے ان بندگان خدا میں سے ایک حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ بھی تھے، جن کا انتقال پر ملال ہمیں ایک تازہ زخم دے گیا ہے، رواں ماہ کی تاریخ کو آپ کے وصال کی خبر پڑھنے کو ملی، مادر علمی جامعہ ضیاالعلوم پونچھ جموں وکشمیر میں قرآن خوانی اور اجتماعی دعا کا اہتمام کرایا گیا اور پھر ہر صبح سورۂ یٰسین کے بعد جامعہ میں اجتماعی دعا کا معمول ہے، یہ وقت سب پر آنا ہے مگر ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے، اللہ پاک ان کو جنت کے اعلی درجات عطا فرمائے، اس میں دو رائے نہیں کہ موجودہ زمانے میں وہ ہمارے لیے ایک نمونہ اور یادگار اسلاف تھے: ع

رحمتیں ہوں ہزاروں تربت پہ تمہاری

مفتی عبدالقیوم صاحب نوراللہ مرقدہ یکم جنوری ۱۹۳۳ء کو پیدا ہوئے اور ایک عمدہ قسم کے اسلامی اور روحانی ماحول میں آپ کی نشو ونما ہوئی، آپ کے والد گرامی کا نام حافظ محمد ایوب بن عبدالکریم تھا، دادا کے برادر محترم حضرت شاہ ملا عبدالعزیز رائے پوری حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے خلیفہ اجل اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے پیر بھائی تھے، مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی رائے پور میں آپ کی تعلیمی بسم اللہ کا آغاز ہوا، ابتدائی تعلیم کے بعد ناظرہ قرآن کریم اور کچھ پارے اپنے والد گرامی سے حفظ کیے اور تکمیل حفظ مدرسہ حفظ القرآن نوگانواں میں کیا، عالمیت کے تین سال جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں گزارے اور پھر مدرسہ سبحانیہ دھلی میں داخلہ لیا اور تین سال تک آپ نے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں اور پھر برصغیر کی معروف دینی درس گاہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا جہاں تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں، ۱۹۵۶ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، آپ نے بخاری شریف ریحانۃ المحدثین شیخ المشائخ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھی، یہاں آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا منظور احمد صاحب، حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب اور حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی علیہم الرحمہ کے نام آتے ہیں، آپ کی جماعت میں دورۂ حدیث شریف میں جتنے طلبہ تھے سب میں آپ نے اول نمبرات سے کامیابی حاصل کی، بعد فراغت حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑوی کی صحبت ونگرانی میں افتاء کی تعلیم مکمل کی اور مظاہر علوم کے علمی وروحانی ماحول میں رہتے ہوئے بھر پور فائدہ اٹھایا اور اکابر علماء سے اکتساب فیض کیا، آپ اپنے اساتذہ کرام کی نگاہوں میں بہت مقبول ومحبوب تھے، آپ کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمہ دوران درس آپ کو حضرت رائے پوری کہہ کر پکارا کرتے تھے، خداوند تعالی اپنے مقربین کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کی قدر کرتے ہیں، بالآخر حضرت رائے پوری کی نسبت آپ کی طرف منتقل ہوگئی اور پھر دنیا نے دیکھا کہ کس طرح مخلوق خدا نے حضرت سے استفادہ کیا، مدرسہ مظاہر علوم سے فراغت پر حضرت شیخ کے حکم پر آپ مدرسہ خادم العلوم باغوں والی میں یکم نومبر میں آپ کا تقرر ہوا، یہاں قدوری، نورالایضاح، کنزالدقائق، شرح وقایہ، علم الصیغہ اور کافیہ وغیرہ کتابیں آپ کے ذمہ رہیں، یکم رمضان المبارک میں ناقل فتاوی کی حیثیت سے مظاہر علوم میں آپ کا تقرر ہوا اور لگ بھگ ۲۲ رسال تک مظاہر علوم میں دینی، علمی اور دعوتی خدمات انجام دیں، ۱۹ رمئی ۱۹۸۵ء کو آپ مظاہر علوم سے مستعفی ہوکر خانقاہ رائے پور تشریف لے آئے اور خانقاہ کو اپنا مرکز توجہ بنایا، یہاں رہ کر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے کئی مدارس اور دینی مراکز کی راہنمائی اور سرپرستی فرمائی، آپ اپنے زمانہ شباب میں ہی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے دست حق پر بیعت ہوگئے تھے، مفتی صاحب کا اختصاص یہ بھی تھا کہ آپ کو مفکر اسلام سید ابوالحسن علی میاں ندوی علیہ الرحمہ اور مفتی محمود حسن گنگوہی علیہ الرحمہ جیسے اکابرین امت کی صحبت ومعیت کا بھی شرف حاصل رہا، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ کی خصوصی توجہات وعنایات رہیں، آپ پر کامل اعتماد کرتے ہوئے اجازت و خلافت سے بھی نوازا، آپ کے ہاتھ پر خلق کثیر نے توبہ کی۔

مختصر یہ کہ مظاہر علوم سہارنپور سے رخصت ہونے کے بعد تادم حیات آپ خانقاہ درگلزار رحیمی رائے پور ہی میں قیام پذیر رہے، طویل علالت کے بعد ۶ فروری ۲۰۱۸ء بروز منگل تقریبا ساڑھے چھ بجے آپ کا وصال ہوگیا، دعا ہے کہ حق تعالی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو اپنے دامن عفو میں جگہ دے آپ کی کاوشوں کا خاطر خواہ بدلہ دے اور آخرت میں عاقبت محمود کرے، حضرت کے درجات کو بلند فرمائے، اعزہ واقارب اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

❁❁❁